بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گلزارِ شکوری رح

★

سلام

★

منقبتیں

★

محافلِ سماع

و

سالانہ عرس شریف

★

ہرگز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما
(حافظؒ)

باہتمام

غیاث الدین شیدا
جہانگیری رح، شکوری رح، قادری رح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

داعی الی اللہ

زبدۃ الاصفیاء، ندوۃ الاتقیاء، سراج السالکین، منہاج العارفین، حقائق آگاہ، شیدائے رسول اللہ، محبوبِ ربِ غفور، مخدومِ اربابِ شعور، **تاج الاولیاء**، سیدنا و مولانا الشاہ **محمد عبد الشکور** قادری، چشتی، ابوالعلائی، منعمی، جہانگیری قدس سرہ السامی،

حضرت ممدوح کا وطنِ مالوف لکھنؤ ہے، رئیس الملت والدین، سلطان العارفین (اسد جہانگیری) سیدنا و مولانا **محمد نبی رضا** شاہ صاحب لکھنوی نور اللہ مرقدہٗ کے خلیفۂ معظم مانے گئے۔

آپ کی ظاہری تعلیم و تربیت لکھنؤ جیسے مرکزِ علم ہی میں ہوئی۔ اور اس مرحلے سے تمام و کمال گزرنے کے بعد آپ کے دل میں ذوق و شوق و محبتِ الٰہی نے غلبہ کیا۔ بچپن ہی سے آپ کو اللہ والوں سے ایک والہانہ عقیدت تھی اور بے پناہ انس تھا۔ بلا مبالغہ آپ پیدائشی و مذہبی ولی تھے۔ آپ نے روحانیت کے میدان میں قدم رکھا، اور

سلفِ صالحین کے نقشِ قدم پر چل کر قطبِ عالم، شیخ المشائخ، اعلیٰ حضرت الشاہ محمد نبی رضا صاحب قدس سرہ العزیز، کے دستِ حق پرست پر بیعت سے مشرف ہو کر، اور برسوں خدمت میں رہ کر دولتِ سرمدی سے شرف یاب ہوئے۔ علومِ باطنیہ کے آغاز کے ساتھ ہی آپ نے عبادت وریاضت اور مجاہدۂ نفس کی دشوار گزار منازل طے کر کے بہت جلد قبولیتِ عامہ حاصل کر لی تھی۔ مگر آپ نے درویشانہ روش کو دنیوی لباس میں چھپایا۔ اس لئے کہ نام و نمود اور شہرت طلبی سے ہمیشہ نفرت رہی۔

اجمیر مقدس کے دامن میں چھاؤنی نصیر آباد کو ظاہری معاش (کاروبار) کے لئے مسکن قرار دیا۔ اسی زمانہ میں آپ کے پیرو مرشد نے طالبانِ حق کی روحانی تعلیم و تلقین کے لئے منتخب فرمایا۔ شیخؒ کے اس حکم کو عشق کر کئی مرتبہ اس بارِ امانت کو قبول نہ کرنے کی سعی فرمائی، لیکن جس مردِ حق آگاہؒ کی نظرِ انتخاب نے انہیں اس عظیم خدمت کے لئے چن لیا تھا، اس کے حضور سرِ نیاز خم کرتے ہوئے رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کرنا پڑا۔ چنانچہ تیس سال تک نصیر آباد آپ کا تبلیغی مرکز رہا۔ جہاں سے اس شمعِ نورانی کی ضیا پاشی نہ صرف اطرافِ اجمیر و راجپوتانہ بلکہ تمام ہند کو منور کرتی رہی۔ کیونکہ یہ مقام، روحانی مرکز، اجمیر شریف کا معنوی دروازہ تھا۔ اس طرح ہزارہا بندگانِ خدا کو آپ کی ذاتِ قدسی

صفات سے دینی و دنیوی نفع پہنچتا رہا۔ دعوت و تبلیغ کا یہ عظیم الشان کارنامہ آپ کی ریاضت و مجاہدہ کی اس زندگی کا ثمرہ ہے جس کے تصور ہی سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس مادہ پرستی کے دور میں عیال داری کے ساتھ اس قدر پاکیزہ و ستھری زندگی، اور حسنِ معاشرت کا وہ بہترین نمونہ پیش فرمایا جو اپنی مثال آپ ہے۔

آپ کے ملفوظات و ارشاداتِ گرامی ترتیب دئے جا رہے ہیں۔ جو انشاء اللہ تعالےٰ بہت جلد زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر نظر نواز ناظرین ہوں گے۔ یہ سلسلۂ ارشاداتِ عالیہ حکیم **محمود علی خاں صاحب** (مرحوم) سکندر آباد نے اپنے روزنامچہ میں **نسبت** سے متعلق حسب ذیل ارشادِ گرامی تحریر کیا ہے:

> ۲۷ مارچ ۱۹۴۶ء کو شب کے وقت بارگاہِ عالیہ میں حاضری نصیب ہوئی۔ معارف آگاہ صوفی غلام محمد شاہ صاحب خلیفہ دربارِ عالی و واقفِ اسرارِ حقیقت و رموزِ شریعت جناب مولوی عبد الستار شاہ صاحب (مرحوم و مغفور) سجادہ نشین بارگاہِ عالیہ تشریف فرما تھے۔
>
> حضرت قبلۂ عالم روحی فداہٗ زنانہ سے مردانہ میں تشریف لائے۔ میرے استفسار پر حضرت قبلہ عالم نے ارشاد فرمایا کہ **نسبت** ہی ایک ایسی چیز ہے جس کے قیام سے تمام

منازل طے ہو جاتی ہیں۔ یہ ہی فقیری کی جان اور تصوف کا سرمایہ ہے۔ یہ ہی اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچنے کا ذریعہ ہے محبت اور قربت اسی سے حاصل ہوتی ہے۔ معقولی اور منقولی طور سے یہ مدلل ہے۔ اٹل دلائل پیش کئے جا سکتے ہیں۔ مشائخین علیہ الرحمۃ کے اقوال اور افعال اس کی سند میں پیش کئے جا سکتے ہیں۔ آثار صحابہ رضی اللہ اجمعین سے یہی ثابت ہوا۔ یہی معمول رہا ہے۔ ہماری بھی یہی تحقیق ہے ہم کو بھی ایسا ہی ثابت ہوا ہے اور ہمارے حضرات کا بھی یہی اصول ہے۔

نسبت، نائب کے ذریعے حاصل ہو سکتی ہے۔

بے واسطہ نسبت کا قائم ہونا دشوار ہے۔ یہی قانون قدرت ہے۔ ان الحکم الا للہ، قرآن پاک میں وارد ہے۔ یعنی حکومت صرف اللہ کے لئے ہے۔ حاکم صرف وہی ہے۔ اسی کا ہر حکم ماننے کے قابل ہے۔ یہ ہے وہ عقیدہ جو ہر مسلمان نفسیاتی حیثیت سے ماننے کو مجبور ہے۔ پیدائشی حیثیت سے انسان سینکڑوں زنجیروں، ہزاروں بندھنوں سے جکڑا ہوا ہے، حاکم وقت کا محکوم۔ خاندان قبیلہ کا محکوم۔ ہر طاقت ور شے کا محکوم۔ ہر خوفناک شے

ہے خوف زدہ۔ غرض کہ ہر وہ شے اور ہر وہ شخص کہ اقتدار و اختیار سے باہر ہے، محکوم بنا ہوا ہے۔ اس عقیدے سے ہر ایک سے آزادی پائی اور اب وہ صرف ایک کا محکوم ہے۔ اسی کے حکم کے ماتحت والدین، حاکم وقت، خاندان قبیلہ سے واسطہ اور تعلق رکھتا ہے۔ باقی سب رشتے اور تعلق ماسوا کے منقطع ہو گئے۔ حکومت تسلیم کرنے کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے کہ اس کے دیئے ہوئے احکام پر عمل اور قاعدے پہ پابندی کر لی جائے جس کی تابعداری اور اطاعت کا اس نے حکم دیا ہے، کما حقہ تسلیم کر کے اس کی بجا آوری کی جائے۔

انی جاعل فی الارض خلیفہ

یعنی کہ میں زمین پر اپنا خلیفہ یا نائب بنانے والا ہوں اور حضرت ابوالبشر آدم علیہ السلام اسی دنیا میں تشریف لائے، اور نیابت کا فرض ادا فرمایا۔

"حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک برابر یہ نیابت چلی آرہی ہے۔ جس پر تمام امت کا اتفاق ہے۔ کسی مولوی، کسی عالم، کسی درویش و کسی فقیر کو

انکار کی مجال نہیں۔ ختمِ نبوتؐ کے بعد یہ سلسلہ حضرات اولیاء اللہ کے ذریعے سے جاری وساری ہے:

العلماء ورثۃ الانبیاء

یعنی علماء نبیوں کے وارث ہیں

حدیث شریف میں وارد ہے۔

قرآنِ پاک کے حکم:

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم

میں اسی طرف اشارہ ہے۔

حاصل کلام یہ ہوا کہ انبیاء نائب خدا ہیں اور علماءؒ مشائخ وارث انبیاء۔ اس کے حکم کی بجا آوری، تابعداری، وفاداری، اطاعت سب کچھ نائبوں کے ذریعے سے کی جاسکتی ہے اور نائبوں کی اطاعت و فرمانبرداری، سب کچھ منیب کے لئے کیا جاتا ہے۔ بغیر نائب کے چارہ نہیں۔ اسی پہ دارومدار ہے یہی اسلوب فطرت ہے اور یہی قانونِ قدرت۔ نائب رسولؐ کی تابعداری، رسولؐ کے لئے کی جاتی ہے اور رسولؐ کے حکم کی بجاآوری خدا کے لئے ہے۔ لیکن یہ سب کچھ بغیر محبت کے نہیں ہوسکتا ہے اور محبت بغیر عینیت کے نہیں ہوتی پھر بھی نائب ہی کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔

کما قال عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ

چوں تو ذاتِ پیر را کردی قبول
ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسولؐ (رومیؒ)

محبت پیدا ہونا اور محبت پیدا کرنا دو طرح پر ہے:

۱۔ فعلِ اضطراری

۲۔ فعلِ اختیاری

نفس کی خواہش اور غلبہ سے ایک طلب خود بخود پیدا ہوتی ہے۔ یہ اضطراری ہے۔

دوسری جان بوجھ کر کوشش و سعی بلیغ سے پیدا کی جاتی ہے یہ اختیاری ہے۔ مثلاً یوں تصور کر لو کہ کسی حسین چیز کو دیکھ کر غلبہ خواہش کے ماتحت طلب پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ فعلِ اضطراری ہے۔ دوسرے یہ کہ کسی کے اعمالِ حسنہ اور عمدہ عادات و خصلت دیکھ کر طلب پیدا کی جاتی ہے۔ یہ فعلِ اختیاری ہے۔ ایک کو مجاز کہہ سکتے ہیں اور ایک کو حقیقت۔ اسی طلب کو محبت کہتے ہیں جب طلب غیر محدود ہو جاتی ہے: مدہوشی اور بے خودی پیدا کر دیتی ہے۔ اور طالب کو مطلوب کے ساتھ ایک خاص تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ جس کو رابطہ کہتے ہیں اور رابطہ سے ترقی کرنے پر نسبت قائم ہو جاتی ہے۔

اسی کا نام عشق ہے۔ اس کے استحکام اور استقامت سے
افعالِ عنہ اضطراری طور پر سرزد ہوتے ہیں اور مطلوب کے
اطوار و خصلت طالب میں نمایاں طور پر پائے جاتے ہیں
اور بتدریج انسان :

تخلقوا باخلاق اللّٰہ

سے متصف ہو جاتا ہے۔ اب انسان :

خلیفۃ اللّٰہ فی الارض

کا مرتبہ اور درجہ حاصل کر کے حقیقی معنوں میں نائبِ رسولؐ
ہو جاتا ہے۔ پھر اس کی شان یہ ہوتی ہے ؎

گفتۂ او گفتۂ اللّٰہ بود
گرچہ از حلقوم عبد اللّٰہ بود

اسی کے لئے مجاہدے کرائے جاتے ہیں، ذکر اور فکر سے
کام لیا جاتا ہے۔ اوراد و اشغال کی تعلیم دی جاتی ہے —
غرض جو کچھ کرایا جاتا ہے اسی ایک نسبت کے لئے، اسی
ایک تعلق کے لئے۔ اسی ایک واسطہ کے لئے۔ یہ پورا
ہو جائے تو سب کچھ، ورنہ کچھ بھی نہیں ؎

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتحِ عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں (اقبالؒ)

نسبت مقصود ہے۔ نسبت حاصل ہونے سے انسان خدا رسیدہ

ہو سکتا ہے۔ ذکر و اشغال وغیرہ سب ضمنی چیزیں ہیں۔ ؎

اسم گر خوانی، مسمّٰی را بجو
بے مسمّٰی اسم کے گردد نکو (رومی)

تصور کے بارے میں ارشاداتِ گرامی کا ایک اقتباس ملاحظہ کیجئے:

"۲۸ مارچ ۱۹۷۶ء کو عصر کے وقت قدمبوسی نصیب ہوئی حضرت قبلۂ عالم کی طبیعتِ مبارک رو بصحت ہے۔ ارشادِ عالی ہوا، ہمارا اصول کسی فرقہ یا گروہ پر حملہ کرنا نہیں ہے ہمارا اصول تو اپنے مذہب اور اپنے سلسلے کی صداقت بیان کرنا ہے اور ہم اسی کو پسند کرتے ہیں، اس سے خود بخود حق و باطل کا امتیاز ہو جاتا ہے۔ دوسرے کی دل شکنی و دل آزاری ہمارا شیوہ نہیں ہے۔ نہ ہم نے اس کو مفید ہی پایا ہے۔ اصول اور عقائد میں جب تک اختلاف نہ ہو، فروعی مسائل کے اختلاف پر ہم خاموشی ہی مناسب سمجھتے ہیں۔ فروع کے اختلاف ہمارے نزدیک کچھ زیادہ اہمیت نہیں رکھتے، لیکن اصولی اختلاف میں ہم بے باکی سے اس پر تنقید اور تبصرہ کرتے ہیں تاکہ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا انکشاف ہو جائے۔ ہمیں ایسی

تبلیغ و اشاعت پسند نہیں ہے جس سے مسلمانوں میں افتراق پیدا ہو۔ ہمارے نزدیک مسلمانوں کا اتفاق و اتحاد بڑی گراں بہا شے ہے۔"

عرض کیا گیا کہ تصور کے متعلق، علمائے ظاہر بڑے اعتراض ظاہر کرتے ہیں، کچھ ارشاد ہو۔

اس پر ارشادِ عالی ہوا: "دنیا کے اکثر کام دیکھنے اور سننے ہی سے آتے ہیں اور یہی دستور ہے۔ انسان جس ماحول اور فضا میں پرورش پاتا ہے اور رہتا ہے، اسی ماحول سے متاثر ہو کر ایک خاص عادت اور مزاج کا حامل ہو جاتا ہے۔ اور اسی کو صحیح اور حق سمجھنے لگتا ہے۔ اور یہ کیفیات نامعلوم حیثیت سے اس میں سرایت کرتی ہیں، اس طرح کہ اسے شعور تک نہیں ہوتا کسی خاص گروہ کا مزاج، عادات، خصلتیں اس کے ہر فرد میں نمایاں ہوتی ہیں، اسی لئے حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

کل مولودٍ یولد علی فطرۃ واحدۃ فابواہ یہودانہ، نصرانیہ، او مجوسیانہ

یعنی ہر بچہ فطرتِ واحدہ پر پیدا ہوتا ہے، لیکن اس کے باپ یہودی، مجوسی، نصرانی بناتے ہیں، یہ ہے ماحول کا اثر۔

کسی درس گاہ، تربیت گاہ، تعلیم کے ذریعے اس کے عادات

مزاج و خصلت بھی بنائے جا سکتے ہیں۔ چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

کونوا مع الصادقین

یعنی صادقین کی معیت اختیار کرو

معیت ایک ایسا جامع لفظ اختیار کیا گیا ہے کہ جس سے تمام شکوک و شبہات رفع ہو جاتے ہیں مطلب یہ کہ صادقین کی صحبت اختیار کرو، پیروی کامل ظاہر و باطن کی یعنی صورت و سیرت میں انہی جیسے ہو جاؤ۔ اس حکم کی تعمیل حضرات سلاسل ہی خوب کر رہے ہیں۔ یعنی صادقین میں ہر مرید کے واسطے اس کا پیر یقیناً صادق ہے۔ یہ اس کی صحبت، پیروی، اتباع کامل طور پر کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور یہ اسوہ حسنہ و پیروی کامل مطابق حکم الٰہی ہوگی۔ اس مشابہت پیدا کرنے میں تمام اعضا و جوارح، قلب و دماغ کو مشغول ہونا پڑتا ہے۔ یہاں تک کہ حواسِ خمسہ بھی مشغول ہوتے ہیں۔ آنکھیں، کان، زبان، دل و دماغ اس قدر متاثر ہو جائیں گے ان سب سے اعمالِ صالحہ اور اخلاقِ حسنہ کا صدور بے تکلف ہونے لگے اور صادقین کی تمام صفات پیدا ہو جائیں جب کونوا مع الصادقین صادق آئے گا۔

واللّٰہ یھدی من یشاء الی صراطٍ مستقیم

اسی کو پیروی کامل کہتے ہیں اور یہی اسوہ حسنہ ہے۔

---

۲۹ مارچ ۱۹۸۹ء حضرت قبلہ عالم عصر کے وقت مردانے میں تشریف فرما ہوئے، آج پھر تصوّر کے متعلق گفتگو شروع ہوئی بخاری شریف کی حدیث متواتر تلاوت فرمائی:

لا یومنوا احدکم حتیٰ اکونو احب الیہ من والدہ و ولدہ و الناس اجمعین

یعنی کوئی شخص تم میں سے مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ مجھ سے اپنے والدین اپنی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبت کرے،

اس حدیث مبارک کے معنی اور مطالب پر جب غور و فکر کیا جاتا ہے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ جب تک دل و دماغ میں محبت اس قدر اثر پذیر نہ ہو جائے کہ سوائے محبوب کے کسی دوسرے کا خیال تک باقی نہ ہو اور خیال محبوب کو ہر شے پر فوقیت حاصل ہو جائے۔ یہ کیفیت اور حالت اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک کہ ہر وقت، ہر لحظہ، کسی کے طرزِ گفتار، رفتار طریق ادا کا تصوّر نہ کیا جائے اور اپنے کو اس میں مشغول نہ رکھا جائے اور ان تمام اعمال میں تصور پیش پیش ہوگا —— غرض حدیث مذکورہ بالا کی تکمیل کے لئے تصور لازمی اور ضروری ہے بغیر اس کے ممکنات سے نہیں کہ اسوہ حسنہ حاصل ہو سکے پھر تصور سے انکار فضول اور عبث ہے۔ غرض عادات و خصلات رذیلہ ترک کرنے کا اور صفاتِ حمیدہ اختیار کرنے کا اس

کے سوا اور کوئی طریقہ اور ذریعہ نہیں ہے۔ غور کرو جب محبت کا غلبہ ہوگا تو محبوب ہی محبوب نظر میں ہوگا۔ محب کی نظر میں سوائے محبوب کے کوئی نہ رہ جائے گا اور جب یہ کیفیت ہوگی تو رات دن محب کے خیال اور تصور میں محبوب ہوگا۔ اس کا تجربہ مجازاً تھوڑا بہت ہر شخص کو ہے۔ یہ ایک فطری چیز معقول و منقول، ہر طرح سے درست ہے۔

سمایا ہے میری نظر میں تو ایسا
جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے

العشق نارٌ یحرق ما سوا المحبوب

اور حدیث شریف موتوا قبل ان تموتوا۔ اسی پر دال ہے کہ اپنے افعال و کردار، اخلاقِ قبیحہ کو یہاں تک ترک کرو کہ ان اخلاق و عادات پر موت طاری ہو جائے اور قطعی رفع ہو جائیں اور نشانہ تک نہ رہے۔ اخلاق و خصلاتِ حسنہ ان کی جگہ متمکن ہو جائیں جو خدا و رسول کے احکام کے ماتحت ہوں۔ اس تعلیم کے لئے شیخ کامل، راہبرِ راہِ طریقت کی ضرورت ہے۔ شیخ کی توجہ اور مرید کی کوشش سے یہ جذبہ ابھرتا ہے، اور اس کی تکمیل بغیر تصور کے ہو ہی نہیں سکتی ہے۔

آنکھ ان سے کیا لڑی مری دنیا بدل گئی
اپنی نظر میں آپ ہی بیگانہ ہو گیا

یا ؎

مری دنیا بدل دی جنبشِ ابروئے جاناں نے
نہ اپنا ہی رہا اپنا نہ اب بیگانہ، بیگانہ

اب ذرا سوچو کہ نصِ صریح کے اعتبار سے، نسبتِ رسولؐ کے اعتبار سے تصوّر کس قدر ضروری کارِ خیر ہے۔ اصولِ فنا ہی کو لے لو۔ یہ جو اصفیاؑ کے علاوہ علما کے نزدیک بھی مسلّمہ ہے۔ افعال و صفات تک تو ان کے نزدیک بھی درست ہے۔ افعال و صفات میں تغیّر تصوّر کے بغیر پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔ فنا کے لغوی معنی نفیِ خودی کے ہیں۔ اصطلاحِ تصوّف میں فنا اس مقام کا نام ہے جہاں سالک ماسوا سے اپنا رخ پھیر کر اسے بالکل بھول جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اپنی ہستی کا بھی احساس باقی نہیں رہتا۔ ماسوا اللہ کی ہستی سے ہٹ کر اللہ اللہ میں مست و بیخود اور احد ہی کا ظہور اس کی نظر میں ——— یہ سب محبت کا کرشمہ ہے۔ بغیر محبت کوئی ان باتوں کی حقیقت کیا جانے ——— خواہ عالم ہی کیوں نہ ہو۔

بغیر تصوّر کے فنائیت میں قدم نہیں رکھا جا سکتا، اس کی شاہراہ یہی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ تصوّر سے نسبت، اور نسبت سے فنائیت ہو سکتی ہے اور سالک راہِ سلوک طے کر سکتا ہے۔ ورنہ ناممکن ہے کہ کسی اور ذریعہ سے افعال و

صفات میں تغیر واقع ہو اور کوئی تکلف باقی نہ رہے جب تک کہ دماغی تجزیہ سے یہ افعال سرزد ہوں گے۔ دل کو بھی بہ تکلف پابند کرنا پڑے گا اور علمأ ظاہر کی عبادات اسی پہ محمول ہیں، لیکن جب دل کے متاثر ہونے سے یہ افعال سرزد ہوں گے، بلا تکلف ہوں گے، لطف وسرور حاصل ہوگا۔ انسان:

کونوا مع الصادقین

کا مصداق ہو جائے گا۔ اور حدیث لایومن احدکم کی کیفیت اس میں موجود ہوگی۔ اب وہ صحیح معنوں میں مومن ہو گا۔

تصور دماغی کیفیات کے متوازن کرنے اور دل کو موثر کرنے کی ایک اعلیٰ ترکیب ہے۔ مشائخ رحمۃ اللہ علیہ کا یہی دستور اور عمل رہا ہے اور اسی سے فیوض وبرکات حاصل ہوتے ہیں، دل میں سوز وگداز پیدا ہوتا ہے۔ جذبۂ محبت، غلبہ پاکر باعثِ تمام نسبت ہو جاتا ہے جیسا کہ فرمایا عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ نے ؎

یک زمانہ صحبتِ با اولیأ
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

تصور ہی باعثِ تصدیق ہوتا ہے جو عالم برزخ سے متعلق ہونے کا ذریعہ ہے۔ فنائیت شیخ کے لئے جہاں اعضا وجوارح کو مقید کرنا پڑتا ہے۔ وہاں دماغ اور دل کو بھی اسی طرف لگانا پڑتا ہے اور اس کا سب سے اچھا طریقہ تصور ہے۔ بہرحال جس ترکیب کو بھی

اختیار دیا جائے گا، اسے تصور ہی کہا جائے گا۔ تصور اور تخیل سے خارج دماغ کا کوئی فعل ہی نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔

کونوا مع الصادقین

اس سے پیدا ہوتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ تصور دماغی توازن درست کرنے کا نام ہے اور اس سے دل تشکیت ہو کر قیام نسبت کا سبب بن جاتا ہے۔ صاحب سلوک زیادہ تر اسی مشاغل سے کامیاب ہوتے ہیں ۔۔۔۔۔۔۔ الخ ۔۔۔۔

عدم گنجائش کے لحاظ سے ارشاداتِ عالیہ کے سلسلے میں سردست مذکورہ بالصدر اقتباسات پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔

آپ کی مجالس، شب و روز دیکھ کر سلفِ صالحین کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ قرآنِ حمید کے حقائق اور تصوف کے دقیق مسائل، حقیقت و عرفان کے وجد آفریں مناظر و سحر بیانی سے سامعین پر وجد و کیف کا عالم طاری ہو جایا کرتا تھا۔ آپ کا کلام شیریں، دلکش اور پرجوش ہوتا تھا جس کو سن کر اہلِ علم کے دل اس طرح ہل جاتے تھے جس طرح پھولوں کی پنکھڑیاں نسیم سحر کی خاموش جنبش سے ہل جاتی ہیں۔ بارہا ایسا ہوا کہ جو لوگ شکوک و شبہات میں مبتلا آئے وہ دولتِ یقین و عرفان سے مالا مال ہو کر گئے۔ بعض معترضین نکتہ چینی کے ارادہ سے آتے لیکن مختصر سی صحبت میں حلقہ بگوشِ عقیدت ہو جاتے اسرار و رموزِ معرفت کے بیان سے یقین ہوتا تھا کہ واہب العطایا نے الواہب علوم آپ پر کھول دیئے ہیں۔ آپ حق گوئی، حلم و بردباری، تواضع

اور منکسر المزاجی کے پیکر تھے۔

نصیر آباد سے خرابیٔ صحت کی بنا پر نقل مکانی فرمائی اور سکندر آباد (ضلع بلند شہر۔ یو۔ پی) میں دس سال تک رونق افروز رہے ۱۹۴۷ء میں مسلمانوں کو غیر مسلموں کی دست برد سے بچانے کے لئے مدافعانہ تدابیر اختیار فرمائیں۔ جب فضا پُرامن ہوگئی تو اپنے شیخ کی پیش گوئی اور غیبی اشارہ کی بنا پر گارڈن ٹاؤن لاہور میں مستقل اقامت پذیر ہوئے۔ جن لوگوں نے حضرت کی زندگی کے آخری ایام میں زیارت کا شرف حاصل کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ حضرت کی مجلس میں حاضر ہوکر قلب کو کس قدر انبساطِ روحانی و کیفیت و سرور حاصل ہوتا تھا۔

مشیتِ الٰہی کی کارسازیاں اور اس کی قدرتِ کاملہ کی کارفرمائیوں پر ذرا غور کیجئے اور ذاتِ باری تعالیٰ جل شانہٗ اپنے اس مقبول بندے سے اپنے محبوب نبی کے درماندہ امتیوں کو راہِ فوز و فلاح پر گامزن کرانے کی جو خدمت لیتا رہا ہے، اس کے طور و طریقہ پر نظر ڈالیے تو عجیب رازِ سربستہ کا انکشاف ہوتا ہے۔ یہ مقدس ہستی جب اپنے پیر و مرشد حضرت سلطان العارفین سیدنا محمد نبی رضا شاہ صاحب (نوراللہ مرقدہ) کی ہدایت و ایما کے تحت اپنے وطنِ مالوف لکھنؤ کو خیرباد کہتی ہے تو ایک ایسے مقام پر قیام کا "اشارہ" ہوتا ہے جہاں کے لوگ رشد و ہدایت سے بے بہرہ تھے۔ یہ بستی نصیر آباد چھاؤنی (ضلع اجمیر شریف) کی ہے۔ حضرت قبلہ نے تقریباً تیس سال یہاں قیام

فرما کر نہ صرف یہاں کے کور باطن باشندوں کو راہِ طریقت و معرفت سے روشناس کرایا، بلکہ اطراف واکنافِ ہند میں طریقت و معرفت کے چشمے جاری کر دیئے اور ہزاروں لاکھوں تشنہ کامانِ حق و صداقت کو اپنے سلسلۂ عالیہ کے فیضِ عام سے سیراب کر دیا۔ اس مدت میں حضور نے تبلیغ دین اور اشاعتِ طریقت جس سعی و جانفشانی اور مستعدی و سرگرمی سے کام لیا اس کا مشاہدہ ان سعادت مند اور خوش نصیب سعادت مندوں نے کیا ہے جو اس زمانہ میں سلسلۂ عالیہ میں داخل ہو کر حلقۂ عقیدت مندان میں شامل ہوئے تھے۔

نصیر آباد چھاؤنی میں زمانہ مذکور میں قیام فرما رہنے کے بعد یہاں سے بھی نقل سکونت کی ہدایت ہوئی اور حضور قبلہ نے پھر رختِ سفر باندھا تو ایسے ہی ایک دوسرے مقام پر سکونت ہوئی اور آپ نے سکندر آباد ضلع بلند شہر (یو-پی) کو اپنے قیام کے لئے پسند فرمایا ــــ اسے حسنِ اتفاق کہیئے یا منشائے الٰہی کہ یہاں کے عامۃ الناس کی بھی وہی کیفیت تھی جو ابتدائے قیام میں نصیر آباد کے لوگوں کی۔ اس قصبہ میں دس بارہ سال قیام رہا تو یہاں کے لوگوں کی بھی دنیا بدل گئی اور یہاں بھی رشد و ہدایت اور شریعت و طریقت کے چشمے جاری ہو گئے۔

تقسیم ہند کے بعد ذاتِ باری تعالےٰ نے حضور کو پاکستان کے لئے منتخب فرمایا اور اس طرح یہ برگزیدہ ہستی پھر ایک ایسے ہی گروہ کی ہدایت و اصلاح کے لئے مامور فرمائی گئی۔ یہی بستی جیوت رہنے

جہاں اب غلغلۂ "ھُوحق" بلند ہو رہا ہے۔ حالانکہ یہاں کے عامۃ الناس کا اخلاقی پہلو اتنا درخشاں نہ تھا لیکن اب اس بستی سے ایمان و ایقان اور حق و عرفان کے دریا ہر سو بہہ رہے ہیں اور اس وقت تک مغربی پاکستان کے ہر شہر اور قصبہ سے ہزار ہا سعید روحیں سلسلۂ عالیہ قادریہ، چشتیہ، ابو العلائیہ، جہانگیریہ، شکوریہ میں داخل ہو کر ایمان و عرفان کی دولت سے مالا مال ہو کر فائز المرام ہو چکے ہیں۔

حسبِ معمول سالانہ اجتماعِ عرس کا اہتمام ۱۱ تا ۱۴ مارچ ۵۵ء تاریخوں میں نہایت وسیع پیمانہ پر کیا گیا تھا۔ اس لئے نہ صرف پنجاب، سندھ، سرحد، بلوچستان وغیرہ کے ہر شہر و قصبہ سے بلکہ ہندوستان کے دور دراز مقامات سے بھی شمعِ طریقت کے پروانے سلسلۂ عالیہ کے خدام خلفا، مریدین، عقیدت مندان و نیاز مندان گروہ در گروہ بیتابانہ اور شیدایانہ اس مرکزِ صدق و صفا یعنی دربارِ عالیہ شکوریہ کی طرف کھنچے چلے آ رہے تھے۔

نفوسِ قدسیہ صوفیائے باصفا کا کتنا جاں فزا اور روح پرور مجمع تھا جو نگاہوں نے عرسِ شریف کے موقع پر دیکھا۔ اس مجمع میں علماء و صوفیا بھی تھے، فقہا اور واعظین بھی، خواص بھی تھے اور عوام بھی کیفیتِ روحانی اور ذوقِ سرمدی کی اس فضا میں عرس کا آغاز ہوا۔

پہلی محفل جمعۃ المبارک کے یومِ سعید سے بعد نمازِ فجر تلاوتِ کلام اللہ شریف سے شروع ہوئی اور پھر جملہ محافل حسبِ اعلان بالترتیب انعقاد پذیر ہوئیں۔

١٢ مارچ ۵۵ء بروز ہفتہ

بعد نمازِ عشاء **محفل مشاعرہ** منعقد ہوئی۔ صاحب عرس رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق **منقبت** کے لئے یہ مصرعہ تجویز تھا۔ ع

سکونِ اہلِ طلب ہے پیامِ شاہِ رضاؒ

سید ولایت حسین آفتاب اکبرآبادی (دھرم پورہ، لاہور)

کھلا ہے میکدہ، چلتا ہے جامِ شاہِ رضاؒ
پیئے جو چاہے یہ ہے اذنِ عامِ شاہِ رضاؒ

مری نظر میں یہ ہے احترامِ شاہِ رضاؒ
کہ بے وضو میں نہیں لیتا نامِ شاہِ رضاؒ

تری نظر میں ہوں چودہ طبق ابھی روشن
تجھے ملے جو مئے لالہ فامِ شاہِ رضاؒ

بھٹک رہے ہیں تلاشِ رہِ سلوک میں جو
انہیں دکھائے گی قسمت مقامِ شاہِ رضاؒ

پہنچ سکے نہ وہاں اڑ کے ذہنِ طائرِ فکر
ہے پست اوجِ ثریا، تو بامِ شاہِ رضاؒ

بنے گی شکر گزاروں کی بزم، بزمِ شکورؒ
رہے گا سلسلۂ فیضِ عامِ شاہِ رضاؒ

وہی نگاہ میں دنیا کے آدمی ہی نہیں
وہ ہیں ملک جو کریں احترامِ شاہِ رضاؒ

ملے جو آبِ خضر بھی تو پھیر لے منہ کو
غیور اتنا تو ہے تشنہ کامِ شاہِ رضاؒ

پلا رہے ہیں یہ میخانۂ الست کی مے
پہنچ رہا ہے جہاں کو پیامِ شاہِ رضاؒ

بشارتِ کوثر ہے میگساروں کو
ہے دستگیرِ جہنم غلامِ شاہِ رضاؒ

سکونِ قلب کہاں اس کو آفتاب نصیب
سلام جو نہیں پڑھتا بنامِ شاہِ رضاؒ

محمد اسمٰعیل خاں ایاز، قادری، شکوری، منڈاوری (ڈیرہ غازی خاں)

ذریعۂ معرفتِ حق، کلامِ شاہِ رضاؒ — پیامِ ختمِ رسلؐ ہے پیامِ شاہِ رضاؒ
مری مجال! یا میرے قلم کو یا توفیق — جو آج لکھ سکوں کچھ میں بنامِ شاہِ رضاؒ
مدیحِ شکوریؒ پہ میں یہ صدائیں دیتا ہوں — پلا دے بھر کے مجھے کوئی جامِ شاہِ رضاؒ

شکوریؒ! اتنی خبر ہے ایاز کو تیرے
سکونِ اہلِ طلب ہے پیامِ شاہِ رضاؒ

محمد عظیم اعظم (ریڈیو سگر، لاہور)

فروغِ بزمِ محبت ہے نامِ شاہِ رضاؒ — سکونِ اہلِ طلب ہے پیامِ شاہِ رضاؒ
خبر کرو یہ حسینانِ دہر کو جا کر — تمہاری صبح سے روشن ہے شامِ شاہِ رضاؒ
مجھے بھی حسرتِ دیدار کھینچ لائی ہے — ہر اک پہ دیکھ کے یوں فیضِ عامِ شاہِ رضاؒ
دل و نگاہ کو جھک کر سلام کرنا پڑا — لبِ شکوریؒ سے سن کر کلامِ شاہِ رضا
یہاں ہر اک کی جبینِ نیاز جھکتی ہے — کہ دنیا بھر کا ہے سلطاں غلامِ شاہِ رضاؒ
شراب خوار مجھے پوچھتے ہیں حسرت سے — کہاں سے ہاتھ لگا ہے یہ جامِ شاہِ رضاؒ

ملے گی جامِ شکوری میں ہی یہ مے اعظم
اگرچہ ملتی ہے سبکو بنامِ شاہِ رضا

انور فیروزپوری (لاہور)

سلام بندۂ مسکیں بنامِ شاہِ رضا ـــ ہے فرض اہلِ ادب احترامِ شاہِ رضا
گرہ کشائے حقیقت کلامِ شاہِ رضا ـــ چراغِ راہِ حقیقت پیامِ شاہِ رضا
رضائے شاہ، رضائے خدا، رضائے نبی ـــ رضائے شاہ کی تفسیر نامِ شاہِ رضا
اس آستاں سے کئی عارفِ الٰہ ہوئے ـــ بلند تر کچھ ایسا مقامِ شاہِ رضا
نگاہ آپ کی آئینہ دارِ حرفِ الف ـــ نگاہِ عشق میں جدت قیامِ شاہِ رضا
ہے اقتدائے محمد نبی پسند مجھے ـــ جنابِ غوث ہیں گویا امامِ شاہِ رضا
ہیں اک ولی کی ہم آغوشیاں نصیب اسے ـــ بلند بخت ہے جلتیے قیامِ شاہِ رضا
بنا لیا مری آنکھوں کو تو نے جائے خرام ـــ ترے نثار ہوں موجِ خرامِ شاہِ رضا
نظارہ گاہِ عالم سے بے نیاز ہوا ہوں ـــ مری نظر میں ہے جلوۂ بامِ شاہِ رضا
وہ مے پلا مجھے ساقی کہ دل پکار اٹھے ـــ غلامِ شاہِ رضا ہوں غلامِ شاہِ رضا
نہ بند ہوں گے خمستانِ قادری کے فیوض ـــ رواں رہے گا یونہی دورِ جامِ شاہِ رضا
کشاں کشاں چلے آئیں نہ کیوں کر اہلِ طلب ـــ سکونِ اہلِ طلب ہے پیامِ شاہِ رضا

تلاش ہے تو پھر انور مقامِ خود سے گزر
ملے گا خود سے گزر کر مقامِ شاہِ رضا

محمد اسرائیل اسرار شکوری قادری، اکبر آبادی

پیامِ سرورِ دیں ہے پیامِ شاہِ رضاؒ
کلامِ حق ہے یقیناً کلامِ شاہِ رضاؒ

اسے شکیب کہیں یا وفورِ حمد کی آہ
نفس نفس پہ جو آتا ہے نامِ شاہِ رضاؒ

نیاز مند ہیں لے کر نیاز آئے ہیں
حضورِ شاہِ رضاؒ ہے سلامِ شاہِ رضاؒ

نظر میں ہیچ ہے اس کی امارتِ شاہی
ہے کج کلاہوں سے بڑھ کر غلامِ شاہِ رضاؒ

نثار کر دو زمانے کی مستیاں، رندو!
کہ میکدے میں ہے اب دورِ جامِ شاہِ رضاؒ

ہیں بے نیازِ دو عالم نیاز مند ان کے
نوازتا ہے انہیں فیضِ عامِ شاہِ رضاؒ

سلامِ حضرتِ عبدالشکور قبلہ بھی
مری نظر میں ہے عینِ سلامِ شاہِ رضاؒ

خدا کے دوست کی تعریف اور تو اسرار
تری سمجھ سے ہے بالا مقامِ شاہِ رضاؒ

انجم شکوری قادری (زیبائی) راولپنڈی

مری حیات ہے صدقے بنامِ شاہِ رضاؒ
پکارئے مجھے کہہ کر غلامِ شاہِ رضاؒ

اسی کو راہِ حقیقت میں مل گئی معراج
پہنچ گیا جو سرِ بزمِ عامِ شاہِ رضاؒ

رہے گی روشنی فیض رہتی دنیا تک
نظامِ شمس و قمر ہے نظامِ شاہِ رضاؒ

چمک گیا مری تقدیر کا ستارا ابھی
نظر پہنچ گئی بالائے بامِ شاہِ رضاؒ

اسے حلاوتِ کونین ہو گئی حاصل
جسے نصیب ہوئی مئے جامِ شاہِ رضاؒ

دل سے دیدۂ حسرت میں ساتھ لایا ہوں — تحیۂ ذوقِ نظر احترامِ شاہِ رضا
جمالِ حضرت عبدالشکور کے قرباں — نظر حضور پہ ہے لب پہ نامِ شاہِ رضا
یہ آرہی ہیں صدائیں جہانِ عرفاں سے — سکونِ اہلِ طلب ہے پیامِ شاہِ رضا

فلک پہ محفلِ انجم یہ کچھ نہیں انجم
مری نگاہ میں ہے بزمِ عامِ شاہِ رضا

انور راجپوری محمودی شکوری قادری (دہلی)

حیات بخش ہے دارالسلام شاہِ رضا — خدا مجھے بھی دکھائے مقامِ شاہِ رضا
بلائیں کیوں نہ ڈریں سن کے نامِ شاہِ رضا — ہے ایک دافعِ آفت پیامِ شاہِ رضا
نہ پوچھ مٹ گیا کیوں کوئی ان کی الفت میں — یہی یہی ہے رضائے غلامِ شاہِ رضا
صدائے قلبِ نبی ہے صدائے قلبِ عمرؓ — کلامِ روحِ عمرؓ ہے کلامِ شاہِ رضا
گلے لگا لیا ہاتھوں کو چاک داماں نے — جنوں میں آیا لبوں پہ جو نامِ شاہِ رضا
عذابِ قبر کا مجھکو نہ ڈر ہے نہ واسطہ! — مرے لئے ہے وہاں انتظامِ شاہِ رضا

میں اپنے پیر سے کیا اور مانگ لوں انور
خوشا نصیب بنایا غلامِ شاہِ رضا

سید محمد اکرم شاہ اکرام شکوری قادری (زیبائی) منگھانوالہ لاہور

قطعہ

گنجِ دوران جلوۂ شاہِ رضاؒ ہیں یہ
روشن قلوب جن سے ہیں وہ مہ لقا ہیں یہ
شاہِ شکورؒ سے ہے عیاں شانِ حسنِ دیں
دنیا میں آج مظہرِ نورِ خدا ہیں یہ

زبانِ شوق پہ میری ہے نامِ شاہِ رضاؒ
زہے نصیب کہ میں ہوں غلامِ شاہِ رضاؒ

زمانہ کہتا ہے مجھ کو غلامِ شاہِ رضاؒ
ہے کندہ دل کے نگینے پہ نامِ شاہِ رضاؒ

یہ بات ہے وہ ہے وجہِ قرارِ قلب و جگر
سکونِ اہلِ طلب ہے پیامِ شاہِ رضاؒ

مقامِ شاہِ رضا ہے بہت بلند مقام
میں کیا بتاؤں کہ کیا ہے مقامِ شاہِ رضاؒ

جو اہلِ دل ہیں وہ دل سے ہیں ان کے حلقہ بگوش
ہے سب کو مدِ نظر احترامِ شاہِ رضاؒ

نہ کیوں ہو کوچہ پہ ان کے نثار کاہکشاں
ہے ماہتابِ فلک شمعِ بامِ شاہِ رضاؒ

جنابِ شیخ وہیں توڑیں ظروفِ توبہ کو
جو دیکھ پائیں کہیں دورِ جامِ شاہِ رضاؒ

ہزار دیدہ و دل فرشِ راہ کرتے ہیں
یہ احترام ہے بہرِ خرامِ شاہِ رضاؒ

نصیب ہوتی ہیں کیا کیا مسرتیں دل کو
مری زباں پہ جب آتا ہے نامِ شاہِ رضاؒ

جبینِ شاہِ رضا پہ نشست [illegible] ہیں
جھکا ہلال بھی بہرِ سلامِ شاہِ رضاؒ

ضیائے حسنِ شکوری ہے اور الاصولِ دل
ہے خوب چمکا یہ ماہِ تمامِ شاہِ رضاؒ

حریمِ عشق میں وہم و گماں کو دخل نہیں — خرد کی حد سے ہے بالا مقامِ شاہِ رضاؒ

نفس نفس مجھے مدِ نظر ہے اے اکرام
رضائے شاہِ رضاؒ، احترامِ شاہِ رضاؒ

محمد ظہیر برقؔ فرخ آبادی (زیبائی) گلشنِ نافلؒ

سکون بخش ملا ہے پیامِ شاہِ رضاؒ — مچل نہ اے دلِ آشفتہ کامِ شاہِ رضاؒ
مجھے تو نسبتِ باطن سے فیض ملتا ہے — لکھا ہوا ہے مرے دل پہ نامِ شاہِ رضاؒ
پڑا ہوں میں بھی درِ میکدہ پہ اے ساقی — پلا مجھے کوئی ساغر بنامِ شاہِ رضاؒ
مجھے لطافتِ دنیا و دیں حاصل ہے — مرا شریک ہے فیض و دوامِ شاہِ رضاؒ
کریں گے قدر وہی سجدہ ہائے الفت کی — جو سیکھ لیں ادب و احترامِ شاہِ رضاؒ
یہ ہیں سمجھ نہ سکوں گا کہ بات راز کی ہے — نشانِ خلدِ بریں ہے مقامِ شاہِ رضاؒ

یہی وقار یہی میرا تاجِ شاہی ہے
رہوں گا برقؔ ہمیشہ غلامِ شاہِ رضاؒ

منشی علی حسین بسمل بریلوی (لاہور)

سنو سنائیں تمہیں ہم پیامِ شاہِ رضاؒ — پیو بشکر میاں لیں گے جامِ شاہِ رضاؒ
دوائے دردِ محبت ہے نامِ شاہِ رضاؒ — سکونِ اہلِ طلب ہے پیامِ شاہِ رضاؒ

وہ بے نیازِ غمِ کائنات رہتا ہے — جسے نصیب ہوا ایک جامِ شاہِ رضاؒ
حبیبِ رب کے گلستاں کے نونہال ہیں یہ — کریں فرشتے نہ کیوں احترامِ شاہِ رضاؒ
جہاں میں یوں تو ہزاروں بزرگِ کامل ہیں — بہت بلند ہے لیکن مقامِ شاہِ رضاؒ
الگ ہی بزم ہے ان کی نرالی محفل ہے — حسین کتنا ہے دیکھو نظامِ شاہِ رضاؒ

خدا کرے کہ وہ بسمل قبول فرمالیں
چلا ہوں آج میں بہرِ سلامِ شاہِ رضاؒ

عبدالباری بزمی شکوری (زیبائی) جیون بانہ گاٹن پارک لاہور

ہمارے وردِ میں ہر دم ہے نامِ شاہِ رضاؒ — ہمارے دل کو ملا ہے پیامِ شاہِ رضاؒ
نہ پوچھو دیکھ رہی ہیں کہاں مری آنکھیں — مری نگاہ سے دیکھو مقامِ شاہِ رضاؒ
عیاں ہے چاروں طرف محفلِ شکوری میں — جلالِ شاہِ رضاؒ، احتشامِ شاہِ رضاؒ
جمالِ شاہِ رضاؒ ہے، مقامِ اہلِ نظر — سکونِ اہلِ طلب ہے پیامِ شاہِ رضاؒ

زباں زباں پہ ہیں جلووں کے تذکرے بزمی
نظر نظر نے کیا احترامِ شاہِ رضاؒ

عبدالصمد تسلیم نصیر آبادی، شکوری، قادری (حیدرآباد سندھ)

ازل سے نقش تھا جس دل پہ نامِ شاہِ رضاؒ — ملا وہ مجھ کو بصد اہتمامِ شاہِ رضاؒ

جہاں کو دیر و حرم میں تلاش ہے جس کی — وہ میرے دل میں ہے لیکن بنامِ شاہِ رضاؒ

نثار دولتِ کونین ہے ان آنکھوں پر — پیا ہے میں نے جن آنکھوں سے جامِ شاہِ رضاؒ

جہانِ فکر و نظر کو بھی آج حیرت ہے — کچھ ایسا ہوش ربا ہے مقامِ شاہِ رضاؒ

ہزار آئے نشیب و فراز منزل میں — عبور کر کے ہی مانا غلامِ شاہِ رضاؒ

ہو جس کو دیکھنا صبحِ بہشت کا منظر — وہ آ کے دیکھ لے آغازِ شامِ شاہِ رضاؒ

رہا قدم میں جو برسوں بشکلِ نورِ قدم — وہ نور آج ہے ماہِ تمامِ شاہِ رضاؒ

قسم خدا کی اے تسلیم ٹل گئی آفت
ابھی لبوں ہی تک آیا تھا نامِ شاہِ رضاؒ

قطب الدین تبسم قادری شکوری اجمیری (کراچی)

کوئی کہے مجھے کیوں تشنہ کامِ شاہِ رضاؒ — کہ میرے ہاتھ میں ہر دم ہے جامِ شاہِ رضاؒ

مئے رضا ترے دامن میں چھان کر ساقی — میں پیتا رہتا ہوں لے لے کے نامِ شاہِ رضاؒ

درِ شکور پہ مستوں کا یوں ہجوم ہے آج — رضا پلائیں گے بھر بھر کے جامِ شاہِ رضاؒ

یہ تیری مست نگاہوں کا فیض ہے ساقی — کہ محتسب بھی ہے ادنیٰ غلامِ شاہِ رضاؒ

گمان حدِ عدم کا کسوں پتہ نہیں لگتا — خدا ہی جانے کہ کیا ہے مقامِ شاہِ رضاؒ

حضور اپنے تبسم پہ رحم فرمائیں
غلامِ شاہِ رضا ہے، غلامِ شاہِ رضاؒ

(چوہدری عزیزالدین جہانگیری سیالکوٹی - شکوری قادری زیبائی) ریلوے اسٹیشن ماسٹر

ہے نہ کیوں مرے ہونٹوں پہ نام شاہِ رضاؒ
مری نظر میں ہے حسنِ تمام شاہِ رضاؒ

پیام شاہِ رضا ہے بہارِ غنچۂ دل
ذرا سنے کوئی دل سے پیام شاہِ رضاؒ

قدم قدم پہ جھکی ہے نگاہِ شوق مری
نفس نفس ہے مجھے احترام شاہِ رضاؒ

وقارِ شاہِ رضاؒ دیکھ لے دبیرِ فلک
رضاؒ کا نام بھی ہے عرفِ نام شاہِ رضاؒ

حقیقتاً یہی صورت ہے اے جہانگیری
سکونِ اہلِ طلب ہے پیام شاہِ رضاؒ

جمعدار محمد علی جام شکوری قادری (زیبائی) راولپنڈی

ہوا نصیب ہمیں فیضِ عام شاہِ رضاؒ
ہمارے کانوں میں گونجا پیام شاہِ رضاؒ

ہمارے دل کے تڑپنے کے ہیں عجب انداز
متاعِ دردِ دلی ہے بنام شاہِ رضاؒ

جہانِ قدس میں ہوتے ہیں تذکرے ہردم
بلند کتنا ہے حسنِ کلام شاہِ رضاؒ

یہ اہلِ ذوق کا ایمان ہے خدائی میں
سکونِ اہلِ طلب ہے پیام شاہِ رضاؒ

شہِ شکورؒ نہ کیوں ہو نثار وہ تم پر
پلایا جام کو تم نے ہی جام شاہِ رضاؒ

جاہل گھڑاؤی (گھڑاؤ، ضلع ستارہ)

جمالِ حق کا ہے پیکر مقامِ شاہِ رضاؒ
ہے قربِ شاہِ زمن احترامِ شاہِ رضاؒ

ثنائے غوث سے ہے در اصل نامِ شاہِ رضاؒ
حقیقی راز کا مخزن مقامِ شاہِ رضاؒ

یہ چل گیا ہے پتہ پی کے جامِ شاہِ رضاؒ
بنا و مقصد کا مظہر نظامِ شاہِ رضاؒ

بنا ہے جب سے مرا دل مقامِ شاہِ رضاؒ
نظر جھکی ہے پئے احترامِ شاہِ رضاؒ

ہے نیرِ شہِ خیر الانام شاہِ رضاؒ
سکونِ اہلِ طلب ہے پیامِ شاہِ رضاؒ

زبانِ خلق یہی کہہ رہی ہے شام و سحر
فیوضِ ارض و سما ہے کلامِ شاہِ رضاؒ

کرم نوازی ہے محمود شہ کی اے جاہل
غلامِ شاہِ رضاؒ ہوں، غلامِ شاہِ رضاؒ

حافظ غلام محمد حافظ (جھنگ مگھیانہ)

جہاں میں فیض رساں ہے کلامِ شاہِ رضاؒ
دلوں کے حق میں سکوں ہے پیامِ شاہِ رضاؒ

سرورِ بادۂ عرفاں نہ پوچھ اے واعظ
نہ ہے نصیب ملاحیں کو جامِ شاہِ رضاؒ

انہی کے لطف و کرم سے ہے زندگی اپنی
نفس نفس ہے تصدق بنامِ شاہِ رضاؒ

علاجِ دردِ تمنا بس اک نگاہِ کرم
سکونِ اہلِ طلب ہے پیامِ شاہِ رضاؒ

اب اور اس سے زیادہ ہو کیا مری توقیر
کہ خلق کہتی ہے حافظ غلامِ شاہِ رضاؒ

ڈاکٹر حشمت آرا بیگم حجاب میرٹھی (وسن پورہ، لاہور)

سکونِ دل ہے مرے حق میں نامِ شاہِ رضاؒ
سرورِ دل ہے مجھے وردِ جامِ شاہِ رضاؒ

خدا نے مرتبہ اتنا بلند بخشا ہے
ہے رشکِ اوجِ ثریا مقامِ شاہِ رضاؒ

نظر میں گیسو و عارض شکورِ شاہ کے ہیں
بعینہٖ ہے یہی صبح و شامِ شاہِ رضاؒ

نصیب اس کا ہے تلچھٹ بھی جس کو مل جائے
کہ پُر ہے بادۂ وحدت سے جامِ شاہِ رضاؒ

حجاب پھول عقیدت کے تو چڑھا چل کر
بہ ذوق و شوق، ادب سے، بنامِ شاہِ رضاؒ

قاضی خلیل صولتی بستوی (بمبئی، بھارت)

"سکونِ اہلِ طلب ہے پیامِ شاہِ رضاؒ
ہے اغنیاء سے بھی بہتر غلامِ شاہِ رضاؒ

ہزار ظلمت و ادبار ہو تو کیا غم ہے
ہے مجھ کو شمعِ ہدایت کلامِ شاہِ رضاؒ

نزولِ بارشِ رحمت ہے ان کے مرقد پر
فلک سے پوچھے تو کوئی مقامِ شاہِ رضاؒ

ہیں بارگاہ میں حاضر ادب سے اہلِ دل
یہ شان اور یہ ہے احتشامِ شاہِ رضاؒ

میں بمبئی میں ہوں افسوس اے خلیل افسوس
ہے لکھنؤ کی زمیں پر قیامِ شاہِ رضاؒ

میر رومی قائلی شکوری قادری (بندر روڈ، کراچی)

کھلا ہے میکدہ فیضِ عامِ شاہِ رضا ۔ کہ بزمِ عشق میں ہے دورِ جامِ شاہِ رضا
کلامِ حق ہے سراسر کلامِ شاہِ رضا ۔ سکونِ اہلِ طلب ہے پیامِ شاہِ رضا
کمالِ صبر و رضا منزلِ فنا و بقا ۔ ہے ہر مقام سے بالا مقامِ شاہِ رضا
ہیں خضرِ اہلِ صفا راہنمائے راہِ وفا ۔ یہ کائنات ہے زیرِ نظامِ شاہِ رضا
رضائے حق ہے رضائے نبی زہے عظمت ۔ زباں نے پائی ہے توفیقِ نامِ شاہِ رضا
ملی ہے شانِ بقا عشق میں فنا ہو کر ۔ فروغِ حسنِ ازل احترامِ شاہِ رضا

ہے نسبت شہِ قائل سے میں بھی اے رومی
غلامِ شاہِ شکور و غلامِ شاہِ رضا

نظیر احمد زریں، شکوری، اجمیری (حیدرآباد سندھ)

ہے مستحق عطا یہ غلامِ شاہِ رضا ۔ عطا حضور ہو پھر کچھ بنامِ شاہِ رضا
کرم سے حضرتِ شاہِ شکور کے دیکھو ۔ ہوا نصیب مجھے بھی پیامِ شاہِ رضا
تمہارے ذکر سے لبریز ہے ہر اک سینہ ۔ تمہارا وصف ہے گویا کلامِ شاہِ رضا
ملائے اعلیٰ بھی مدحت بیان کرتے ہیں ۔ فرشتے کرتے ہیں سب احترامِ شاہِ رضا

درِ حضور پہ بارش ہے آج عرفاں کی
عطا ہو صدقے میں زریں کو جامِ شاہِ رضا

غلام محمد خاطرؔ پونوی

کلامِ ربِّ جہاں ہے کلامِ شاہِ رضاؒ — پیامِ ختمِ رسلؐ ہے پیامِ شاہِ رضاؒ
رموزِ رحمتِ حق ہے مقامِ شاہِ رضاؒ — خلوص و حلم کی جڑ ہے کلامِ شاہِ رضاؒ
انیسِ خلقِ خدا ہے نظامِ شاہِ رضاؒ — سکونِ اہلِ طلب ہے پیامِ شاہِ رضاؒ
یہ میرے قبلۂ عالم کا خاص فرماں ہے — کلیدِ حبِّ محمدؐ ہے نامِ شاہِ رضاؒ

بہ فیضِ حضرتِ محمودؒ شاہ اے خاطرؔ
خوشا نصیب کہ ہوں میں غلامِ شاہِ رضاؒ

ذاکر حسین ذاکرؔ کانپوری (زیبائی)

کسی کو بار ہو کیوں کر کلامِ شاہِ رضاؒ — سکونِ اہلِ طلب ہے پیامِ شاہِ رضاؒ
پڑی ہے جسکی نظر سوئے بامِ شاہِ رضاؒ — وہ ہو کے رہ گیا دل سے غلامِ شاہِ رضاؒ
فلک سے قافلے حور و ملک کے آتے ہیں — درِ شکوہ پہ سننے پیامِ شاہِ رضاؒ
نجات پا گیا دونوں جہاں کی فکروں سے — پیا ہے شوق سے جس نے بھی جامِ شاہِ رضاؒ
فرشتے دیکھ کے جنت سے مجھ کو یوں بولے — کہ اس کو آنے دو یہ ہے غلامِ شاہِ رضاؒ

کریں نہ شوق سے کیوں ان کا ذکر اے ذاکرؔ
کلامِ حق ہے یقیناً کلامِ شاہِ رضاؒ

زیبا ناروی مہتمم مشاعرہ

سند ہے اہلِ رضا میں کلامِ شاہِ رضاؒ | رضا کا درس ہے اک اک پیامِ شاہِ رضاؒ
شکورِ شاہ جو لاہور میں ہیں فیض رساں | تو لکھنؤ میں ہے دار النظامِ شاہِ رضاؒ

بہارِ جلوۂ عرفاں ہے یہ ضیائے جبیں | جمالِ حق ہے کہ بادہ بجامِ شاہِ رضاؒ

نگاہِ قلب قدم بوس ہے تصور میں | جبیں جھکی ہے ہے احترامِ شاہِ رضاؒ

اسی پہ معرفتِ حق کے ہوں گے راز عیاں
سنے گا دل سے جو زیباؔ پیامِ شاہِ رضاؒ

محمد عبد اللطیف سالکؔ شکوری، زیبائی، چک ۱۴-۸-آر (ملتان)

سلامِ شوق ہے میرا بنامِ شاہِ رضاؒ | ہزار جاں سے ہوں میں غلامِ شاہِ رضاؒ
درِ شکور پہ آکر سنا خدا کی سنے | اتر گیا ہے دلوں میں کلامِ شاہِ رضاؒ

وہ لکھنؤ سے ہو، لاہور سے، کہیں سے ہو | سکونِ اہلِ طلب ہے پیامِ شاہِ رضاؒ
شہِ شکور کے بے دام ہم غلام ہوئے | پلایا ہم کو محبت سے جامِ شاہِ رضاؒ

مجھے نہ چاہیئے اب کوئی تذکرہ سالکؔ
کہ سن رہا ہے مرا دل کلامِ شاہِ رضاؒ

سید شہاب الدین سہیل گیاوی شکوری (زیبائی)

(سپرنٹنڈنٹ ملٹری اکاؤنٹس ڈیپارٹمنٹ، واہ کینٹ)

بتا دل آپ کو کیا ہے مقامِ شاہِ رضاؒ
سکونِ اہلِ طلب ہے پیامِ شاہِ رضاؒ

جھکے ہے شاہِ رضاؒ، سر جھکتے ہیں شاہوں کے
پھریرے اُڑتے ہیں ہر سو بنامِ شاہِ رضاؒ

نگاہِ چشمِ فلک دیکھتی ہے کیا مجھ کو!
زہے نصیب کہ میں ہوں غلامِ شاہِ رضاؒ

جنونِ شوق کی نیرنگیاں نہ پوچھ ندیم!
کہاں کہاں لیے پھرتا ہے نامِ شاہِ رضاؒ

طلب درست ہو تو بے طلب بھی ملتا ہے
عجب زمانے میں ہے فیضِ عامِ شاہِ رضاؒ

تری زباں پہ ہے حور و قصور اے زاہد
ہمارے واسطے کافی ہے نامِ شاہِ رضاؒ

خوشا نصیب کہ دنیا کو اب ہوس نہ رہی
ہمارا دل ہوا جب سے غلامِ شاہِ رضاؒ

وہ دل کہ جس میں غمِ زندگی کی دنیا تھی
خدا کے فضل سے اب ہے قیامِ شاہِ رضاؒ

سبیلِ بادۂ عرفاں ہے ہر طرف جاری
پیے بشوق زمانہ بنامِ شاہِ رضاؒ

سکونِ قلب ہے عنقا سہیل دنیا میں
مگر پیامِ سکوں ہے پیامِ شاہِ رضاؒ

غیاث الدین شکوری جہانگیری شیدا نصیر آبادی

پیامِ زیست ہے ہر اک پیامِ شاہِ رضاؒ
پسندِ خاطرِ حق ہے کلامِ شاہِ رضاؒ

ہے قدسیوں کی زبانوں پہ نامِ شاہِ رضاؒ
کسی سے ہو سکے کیا احترامِ شاہِ رضاؒ
ہر اک نظر سے ہے بالا مقامِ شاہِ رضاؒ

ہر دورِ کیف کا حامل ہے جامِ شاہِ رضاؒ
کسے نصیب ہے کیفِ دوامِ شاہِ رضاؒ
ہے رشکِ گلشنِ جنت بشامِ شاہِ رضاؒ
ہر ایک پھول پہ کندہ ہے نامِ شاہِ رضا
ہے دلفریب بہارِ دوامِ شاہِ رضاؒ

کہاں وہ نکہت و رنگت ہے باغِ رضواں میں
جو مستیاں کہ طریقت کے ہیں گلستاں میں
ہزار خلد ہیں آباد کوئے جاناں میں
تجلیاں نہ کیوں پیدا ہوں بزمِ عرفاں میں
رخِ شکور ہے عکسِ تمامِ شاہِ رضاؒ

جو ان کے حسنِ جبیں کا ہے گلستاں میں نور
تو ان کے در کا ہر اک ذرہ مثلِ شعلۂ طور

یہ کُل جہاں ہے اسی نورِ پاک سے معمور
ہر ایک نجم میں ہے عکسِ روئے شاہِ شکور
ہر ایک گل میں ہے بوئے مشامِ شاہِ رضاؒ

مجھے جبینِ عقیدت ذرا جھکانے دو
ابھی کچھ اور مجھے درسِ نسق پانے دو
یہ بے ثباتِ جہاں اس کا ذکر جانے دو
دکھائیں گے تمہیں روزِ شمار آنے دو
کہ کیا ہے مرتبہ و احتشامِ شاہِ رضاؒ

دلوں میں جن سے کہ محشر بپا ہو وہ تیور
وہ ان کی چینِ جبیں ہے کہ تیز تر خنجر
مجال کس کو ملائے جو اس نظر سے نظر
بچائے گیسوئے پیچاں سے کوئی دل کیونکر
بچھا ہوا ہے ہر اک سمت دامِ شاہِ رضاؒ

شارب، الہ آبادی

قطعہ:

ہزار لالہ و گُل ہوں کہ لاکھ شمس و قمر
بہشت کی ہے تمنا نہ مجھ کو حور کی ہے
نہ ہے نصیب کہ اعمال میرے کچھ بھی سہی
میں ہوں شکور کا مجھ پہ نظر شکور کی ہے

مری نگاہ میں ہے وہ مقامِ شاہِ رضاؒ
جہاں سکوں ہے مکمل بنامِ شاہِ رضاؒ

بفیضِ ساقیِ کوثر، بنامِ شاہِ رضاؒ
پیا ہے میں نے بہر طور جامِ شاہِ رضاؒ

تجلیات سے بالا، نگاہ سے اوجھل
قریبِ عرش ہے شاید مقامِ شاہِ رضاؒ

شیخ ہدایت مند شیخ ملتانی شکوری قادری (ملتان)

دلوں کے درد کا درماں کلامِ شاہِ رضاؒ
سکونِ اہلِ طلب ہے پیامِ شاہِ رضاؒ

دل و نگاہ میں جب تک نہ نورِ عرفاں ہو
کوئی سمجھ نہیں سکتا مقامِ شاہِ رضاؒ

مرادِ ہر دو جہاں ہے اسی میں پوشیدہ
رہے جو قلب میں عشقِ دوامِ شاہِ رضاؒ

نگاہ مست ہے اور دل ہے کیف سے لبریز
چھلک رہا ہے جو محفل میں جامِ شاہِ رضاؒ

لٹا لٹا دے محفل کے میکدے اس پر
جو خوش نصیب ہوا تشنہ کامِ شاہِ رضاؒ

نہ کیوں ہوں اہلِ عقیدت کو رفعتیں حاصل
کہ آسماں سے بھی اونچا ہے بامِ شاہِ رضاؒ

ہے روح و قلب پہ فیضانِ معرفت جاری
دل و دماغ پہ ہے انتظامِ شاہِ رضاؒ

برس رہی ہیں شعاعیں، بکھر رہی ہے ضیا
بلندیوں پہ ہے ماہِ تمامِ شاہِ رضاؒ

یہ بات شیخ مرے واسطے ہے باعثِ فخر
خلوصِ دل سے ہوں میں بھی غلامِ شاہِ رضاؒ

حافظ شرف الدین چشتی شیدا اکبرآبادی

چوک جنازگاہ مزنگ لاہور

سکونِ اہلِ طلب ہے پیامِ شاہِ رضاؒ — ہے معرفت کی بشارت کلامِ شاہِ رضاؒ
ہر ایک مشکل ہی آساں ہوگئی اس کی — لیا ہے جس نے عقیدت سے نامِ شاہِ رضاؒ
وہ جانتا ہے کہ یہ لطفِ مے کشی کیا ہے؟ — پیا ہے جس نے نگاہوں سے جامِ شاہِ رضاؒ
خدا نے چشمِ عقیدت جنہیں عطا کی ہے — انہی سے پوچھئے کیا ہے مقامِ شاہِ رضاؒ

مرے حضور کی رفعت کو کوئی کیا جانے
بہت بلند ہے شیدا مقامِ شاہِ رضاؒ

محمد شریف لاہوری شکوری (زیبائی)

غلامِ شاہِ رضاؒ ہے غلامِ شاہِ رضاؒ — کہ سر ہے سجدے میں لب پہ ہے نامِ شاہِ رضاؒ
نظر میں لائے گا وہ کیا شکوہِ قیصر و جم — ہے بے نیازِ دو عالم غلامِ شاہِ رضاؒ
ضیائے شاہِ رضا کی ہے روشنی ہر دم — مکانِ دل میں میرے ہے قیامِ شاہِ رضاؒ
نوازے جاتے ہیں اس در سے خاص و عام سبھی — کہ عام خلق میں ہے فیضِ عامِ شاہِ رضاؒ
شہِ شکور ہیں ساقی ہماری محفل کے — ہوا نصیب ہمیں ان سے جامِ شاہِ رضاؒ
وہی اسیرِ غمِ دو جہاں سے ہے آزاد — جو ہو چکا ہے گرفتارِ دامِ شاہِ رضاؒ
دمِ اخیر بھی جلوے ہوں سامنے ان کے — یہ آرزو ہے رہے لب پہ نامِ شاہِ رضاؒ

شریف کیوں نہ سنیں احترام سے عالم
کہ ہے پیامِ الٰہی کلامِ شاہِ رضاؒ

شبیر احمد شفق، دہرہ دونی (رسالپور کینٹ)

نظامِ حُسنِ شریعت، نظامِ شاہِ رضاؒ ‏ — کمالِ درسِ طریقت، کلامِ شاہِ رضاؒ

سُنیں گے لوگ ہمیشہ پیامِ شاہِ رضاؒ ‏ — رہے گا دہر میں جب تک نظامِ شاہِ رضاؒ

کلامِ شاہِ رضاؒ کی ہے دھوم عالم میں ‏ — "سکونِ اہلِ طلب ہے پیامِ شاہِ رضاؒ"

خصوصیات ہیں شاہِ شکور میں ان کی ‏ — عیاں ہے خلق پہ ما دِ تمامِ شاہِ رضاؒ

جہانِ ذوقِ نظر میں انہی کے جلوے ہیں
مکانِ دل میں شفق ہے قیامِ شاہِ رضاؒ

سید محمد صفدر علی شاہ، صفدر لاہوری، شکوری، قادری (زیبائی) (دونگان والا)

سرودِ معرفتِ حق پیامِ شاہِ رضاؒ ‏ — امینِ جلوۂ دیں کیفِ جامِ شاہِ رضاؒ

رہے گا تا بہ ابد فیضِ عامِ شاہِ رضاؒ ‏ — سُنے گی محفلِ عالم کلامِ شاہِ رضاؒ

بفضلِ رب ہوئی آساں کشمکش مجھ پہ ‏ — لیا جو میں نے مصیبت میں نامِ شاہِ رضاؒ

خدا گواہ کہ دنیا کے کج کلاہوں کو! ‏ — نگاہ میں نہیں لاتا غلامِ شاہِ رضاؒ

رضا رضا ہی زباں پہ مری ہے شام و سحر ‏ — ہوا ہے دل میں مرے جب سے قیامِ شاہِ رضاؒ

سلوک، ذوق، بصارت، یقین، وجد، جنوں ‏ — خدا سے چاہتا ہوں میں بنامِ شاہِ رضاؒ

درِ شکور پہ آکر پہنچ گیا ہوں کہاں ‏ — مجھے ہے فخر کہ میں ہوں غلامِ شاہِ رضاؒ

بسر حیات ہو صفدر رضا رضا کہتے
جو نکلے جان تو لب پر ہو نامِ شاہِ رضاؒ

صوفی شرف الدین احمد صدیقی صوفی وارثی میرٹھی

ہے ارضِ پاک میں بھی اہتمامِ شاہِ رضاؒ
لگا ہوا ہے یہ دربارِ عامِ شاہِ رضاؒ

ٹٹا چکے ہیں جو ہستی بنامِ شاہِ رضاؒ
وہ خوب جانتے ہیں احترامِ شاہِ رضاؒ

لیا جنھوں نے محبت سے نامِ شاہِ رضاؒ
انہوں نے لوٹ لیا فیضِ عامِ شاہِ رضاؒ

نگاہ دیکھ نہیں سکتی منزلت. اُن کی
تو دل سمجھ نہیں سکتا، مقامِ شاہِ رضاؒ

شمارِ اہلِ رضا میں انہی کا ہوتا ہے۔
ہے جن کی نظر دل میں ہر صبح و شامِ شاہِ رضاؒ

خدا کی رحمتیں نازل نہ ہوں یہاں کیوں کر
کہ جمع سب ہیں یہاں شاد کامِ شاہِ رضاؒ

یہ غوثِ پاک کی سرکار کا تصرف ہے
کہ آج عام ہے کیفِ دوامِ شاہِ رضاؒ

فدائے شاہِ رضا کا کلام ہیں یہ بھی
سُنا ہے خوب انہوں نے کلامِ شاہِ رضاؒ

جہاں کی حشمتیں ہوتی ہیں اُس کی ٹھوکر میں
ہے بادشاہ سے بڑھ کر غلامِ شاہِ رضاؒ

رضائے حق کی طلب ہے تو اُن کے بن جاؤ
کہ منسلک ہے انہی سے نظامِ شاہِ رضاؒ

رضا کے میکدے کے آج ہیں یہی ساقی
یہی تو بانٹتے رہتے ہیں جامِ شاہِ رضاؒ

رضا کے بندو! رضا کی طلب کیے جاؤ
یہی تھا حضرتِ صوفی پیامِ شاہِ رضاؒ

ایم، آر، صہبا پرتاپ گڈھی، قائلی شکوری (زیبائی)

ملے گا بادہ کشوں کو بہ جامِ شاہِ رضا
شہِ شکور پلائیں گے جامِ شاہِ رضا

کلامِ حق پہ ہے مبنی کلامِ شاہِ رضا
سکونِ اہلِ طلب ہے پیامِ شاہِ رضا

شہِ شکور پلائیں تو اپنی آنکھوں سے
کریں گے شکر کے سجدے غلامِ شاہِ رضا

جہانِ قدس میں رہتے ہیں تذکرے ہر سو
ہوا فرشتوں میں بھی احترامِ شاہِ رضا

جمالِ صبحِ شکوری لئے خدا شاہد!
مرے دیار میں آئی ہے شامِ شاہِ رضا

نیاز مند کی نظروں میں خلد ہے صہبا!
وہ لکھنؤ کہ جہاں ہے قیامِ شاہِ رضا

محمد حسین طالبؔ شاہجہان پوری (راولپنڈی)

زباں وہی ہے کہ جس پر ہو نامِ شاہِ رضا
ہے دل کہ ہو جس میں قیامِ شاہِ رضا

نہ پوچھو مجھ سے تصور میں کیا ملا مجھ کو!
نگاہ دیکھ رہی ہے خرامِ شاہِ رضا

جنہیں ہے آپ سے نسبت وہی سمجھتے ہیں
سکونِ اہلِ طلب ہے پیامِ شاہِ رضا

درِ مراد سے سب اپنی جھولیاں بھر لیں
درِ شکور پہ ہے فیضِ عامِ شاہِ رضا

خوش نصیب ازل سے ملی ہے یہ دولت
کہ میں بھی ہو گیا طالبؔ غلامِ شاہِ رضا

مرزا راحت علی بیگ ظفر بریلوی

ادب سے لکھو تو قلم آج نامِ شاہِ رضاؒ
قرار دیتا ہے دل کو پیامِ شاہِ رضاؒ

ہر ایک کہتا ہے سنکر کلامِ شاہِ رضاؒ
سکونِ اہلِ طلب ہے پیامِ شاہِ رضاؒ

پیامِ شاہِ رضاؒ ہے سکونِ اہلِ طلب
تو لطف بخشِ جہاں ہے کلامِ شاہِ رضاؒ

تلاشِ راہِ حقیقت ہے گر تجھے مقصود
تو وقف دل کو تو کر شب بنامِ شاہِ رضاؒ

جھکی رہے گی اسی آستاں پہ میری جبیں!
کیا ہے منتخب اس نے مقامِ شاہِ رضاؒ

اسی ایک ظفر اے دل کو ضیا بخشی ہے
لکھا ہے گوشۂ دل پہ جو نامِ شاہِ رضاؒ

یہ دل تو جلوہ گہِ ناز ان کا ہے ہمدم
کہ تذکرے سے ہے اس میں قیامِ شاہِ رضاؒ

جو چاہتے ہو کہ حاصل ہو کچھ اسی در سے
تو صبح و شام کرو وردِ نامِ شاہِ رضاؒ

ہے تیرے پاس تو لے دے کے جنت اک رضواں
ہیں لاکھوں جنتیں قرباں بنامِ شاہِ رضاؒ

سوال کرنے کو نکیرین، پھر کبھی آنا!
کہ پی رہا ہوں میں اس وقت جامِ شاہِ رضاؒ

ہر ایک غم سے سبکسار ہیں غلام ان کے
ملال کوئی نہیں ہے غلامِ شاہِ رضاؒ

قدم قدم پہ برستے تھے پھول رحمت کے
میں جستجو میں چلا جب مقامِ شاہِ رضاؒ

وہاں بھی رحمتیں حق کی ظفر بٹیں گی ضرور
جہاں پہ حشر میں ہوگا نظامِ شاہِ رضاؒ

عاشق صاحب ...

زباں پہ آگیا جس وقت نامِ شاہ رضاؒ — مقامِ خاص پہ پہنچا غلامِ شاہ رضاؒ
پیا خلوص سے جس نے بھی جامِ شاہ رضاؒ — اسے عطا ہے سرورِ دوامِ شاہ رضاؒ
ملائکہ بھی ہیں چوکھٹ پہ ان کی سربسجود — خدا ہی جانے کہ کیا ہے مقامِ شاہ رضاؒ
اسی سے ہوتی ہیں طے منزلیں حقیقت کی — سکونِ اہلِ طلب ہے پیامِ شاہ رضاؒ
گدائی آپ کے در کی ہے عین سلطانی — ہیں آج شاہوں سے بڑھ کر غلامِ شاہ رضاؒ
جہاں پہ رنگِ طریقت ہے آپ کا غالب — ہر ایک سمت ہیں لاکھوں غلامِ شاہ رضاؒ
ہمارے واسطے اے زاہدو حقیقت ہیں — کلامِ حق ہے جہاں میں کلامِ شاہ رضاؒ

طفیلِ شاہ محمد حسن سے اے عاشق
خدا کا شکر کہ ہوں میں غلامِ شاہ رضاؒ

منشی عبدالمجید نیازی سکندرآبادی شکوری قادری (سکندرآباد یوپی)

حدودِ عقل سے ارفع مقامِ شاہ رضاؒ — نیابت سے بالا نظامِ شاہ رضاؒ
خوشا کہ چشمۂ رحمت کی شاخ جاری ہے — درِ شکور سے ہے فیضِ عامِ شاہ رضاؒ
خدا نے بخشا ہے وہ مرتبہ کہ قدسی بھی — صلوٰۃ پڑھتے ہیں سن کر سلامِ شاہ رضاؒ
انہیں بھی نارِ جہنم نہیں جلائے گی — ہے جن کے دل میں بسا احترامِ شاہ رضاؒ

تمہیں بھی عرس میں اب کے بلایا ہے نیازی
سکونِ اہلِ طلب ہے پیامِ شاہ رضاؒ

عبدالمجید جیلانی فروغ لکھنوی شکوری قادری (رزمیانی)

زبانِ شوق پہ آیا جو نامِ شاہِ رضاؒ
تو دل نے بڑھ کے کیا احترامِ شاہِ رضاؒ

کچھ ایسا ہے سرِ دربار رعبِ شاہانہ
کھڑے ہیں ہاتھوں کو باندھے غلامِ شاہِ رضاؒ

جمی ہوئی ہے نظر اُن کے گیسو و رُخ پر
کہ میرے سامنے ہیں صبح و شامِ شاہِ رضاؒ

جو آیا سامنے جھولی بھری گئی اُس کی
رہا ہمیشہ یونہی فیضِ عامِ شاہِ رضاؒ

بنا کے بھیجے گئے ہیں ولی یہ دُنیا میں
نہ کیا اثر ہو بھلا کیوں کلامِ شاہِ رضاؒ

اس انجمن میں بڑے چھوٹے سب برابر ہیں
حقیقتاً ہے عجب انتظامِ شاہِ رضاؒ

تمام عمر رہیں وہ فروغ متوالے!
پئیں جو بزمِ شکوری میں جامِ شاہِ رضاؒ

حکیم فیاض احمد فیاض کانپوری شکوری قادری

تسلیاں ہیں میسر بنامِ شاہِ رضاؒ
سکونِ اہلِ طلب ہے پیامِ شاہِ رضاؒ

خدا رسولؐ کو پایا ہے جس طریقہ سے
وہی ہے طرزِ تمدن نظامِ شاہِ رضاؒ

جو بے خودی میں رہے ہوش ایسی پیتا ہے
شہِ شکور کا بندہ، غلامِ شاہِ رضاؒ

طفیل حضرتِ عبدالشکور، مرشدِ من
مجھے بھی مل ہی گئی دید جامِ شاہِ رضاؒ

لحاظ و پاسِ ادب مجھ کو ہی نہیں فیاض
ملائکہ میں بھی ہے احترامِ شاہِ رضاؒ

فیضِ شکوری قادری

بڑا وقار ملا ہے بنامِ شاہِ رضاؒ — گزر گئے ہیں جدھر سے غلامِ شاہِ رضاؒ
نصیب ہوگئی شاہی انہیں غلامی میں — ہیں خوش نصیب نہایت غلامِ شاہِ رضاؒ
جہانِ ذوق و طلب میں ہے جا بجا مقبول — کلامِ شاہِ رضا ! انتظامِ شاہِ رضاؒ
قسم خدا کی نگاہِ شکور کے صدقے — ہمیں بھی ہوگیا حاصل پیامِ شاہِ رضاؒ

مجھے بھی شوق ہے اے فیضؔ لکھنؤ پہنچوں
یہ وہ جگہ ہے جہاں ہے قیامِ شاہِ رضاؒ

مرزا صمصام الدین فیروز دہلوی ، گارڈن ٹاؤن لاہور

کس احتیاط سے لے کوئی نامِ شاہِ رضاؒ — بلند فکر سے جب ہو مقامِ شاہِ رضاؒ
حدیث اور تھا قرآں ، کلامِ شاہِ رضاؒ — انہی کے نام سے لینا سہل نامِ شاہِ رضاؒ
بہت ہے دُور عزیزو پیامِ شاہِ رضاؒ — رضا طلب ہو تو کافی ہے نامِ شاہِ رضاؒ
سرورِ دل کو محبت کے بادہ خانے میں — ہزار دور کے خم ، ایک جامِ شاہِ رضاؒ
مگر ہے منزلِ محبوب برسرِ افلاک — کہ چاند بن کے چمکتا ہے بامِ شاہِ رضاؒ
جھلک رہا ہے جو فیضِ شکوریؒ پیہم — وہ نامِ شکور رضا ہے وہ کامِ شاہِ رضاؒ

ہے نقشِ لوحِ دلِ عشق نام یہ فیروزؔ
ہے ثبت صفحۂ ہستی دوامِ شاہِ رضاؒ

فیاض جے پوری، قائلی، شکوری (زیبائی) لاہور

مری نگاہ میں ہے احترامِ شاہِ رضاؒ — مری زبان پہ ہر دم ہے نامِ شاہِ رضاؒ
بیانِ معرفتِ حق ہے اہلِ دل کے لئے — سنو سنو کہ ہے بس یہ پیامِ شاہِ رضاؒ
نہ پوچھو پوچھنے والو مرا پتہ مجھ سے — پکارتے ہیں مجھے سب غلامِ شاہِ رضاؒ
جو کور دل ہوں انہیں کچھ نظر نہیں آتا — کریں گے اہلِ نظر احترامِ شاہِ رضاؒ
نہیں ہے صرف مرے دل کے واسطے موقوف — کس انجمن میں نہیں لطفِ عامِ شاہِ رضاؒ

بہ فیضِ حضرتِ قائلؒ پہنچ گیا فیاضؔ!
درِ شکوریہ بن کر غلامِ شاہِ رضاؒ

غلام قادر خاں قادر شکوری قادری (زیبائی) راولپنڈی

شکوری قلب ہے دار النظامِ شاہِ رضاؒ — اور ان کی چشم ہے مینا و جامِ شاہِ رضاؒ
لٹائی جاتی ہے چاروں طرف مئے عرفاں — کھلا ہے میکدۂ لطفِ عامِ شاہِ رضاؒ
شکوری پردے میں موجود وہ تجلی ہے — نگاہِ لطف ہے ان کی پیامِ شاہِ رضاؒ
ہزار خاک اڑائیں فریب کار ادھر — چھپائے چھپ نہ سکے گا پیامِ شاہِ رضاؒ

برس پڑے وہیں رحمت خدائے واحد کی
جدھر بھی دیکھ لے قادر غلامِ شاہِ رضاؒ

ڈاکٹر قمر الدین قمرؔ، شکوری قادری (حیدر آباد سندھ)

حضور! میں بھی اک تشنۂ کامِ شاہِ رضاؒ — عطا ہو مجھ کو بھی صہبائے جامِ شاہِ رضاؒ
وہ کون ہے جو نہیں فیض یابِ حضرت سے — ہر ایک سمت ہے اب فیضِ عامِ شاہِ رضاؒ
نہ ہے تجسّسِ حق اور یا ضیافتِ پیہم — مقامِ خلد سے بہتر، مقامِ شاہِ رضاؒ

مولوی قمر الدین قمرؔ (مولوی واہ، وہاڑی، ملتان)

سکونِ اہلِ طلب ہے پیامِ شاہِ رضاؒ — کہ حلِ جملہ مطالب ہے نامِ شاہِ رضاؒ
معارفِ الٰہیہ کے حقائق تفسیر — کلامِ حضرتِ یزداں، کلامِ شاہِ رضاؒ
نہیں مجال کہ نفسِ پلید بہکا دے — نظامِ شرعِ متیں ہے نظامِ شاہِ رضاؒ
رسولؐ کے یہ نواسے، علیؓ کے پوتے ہیں — جبھی بلند ہے سب سے مقامِ شاہِ رضاؒ
سفر ہے گرچہ دراز اور راہ پُرخطرات — وصولِ منزلِ آخر ہے گامِ شاہِ رضاؒ
اس ابتدا کو سمجھتے رہے سبھی انجام — کوئی بھی پا نہ سکا اختتامِ شاہِ رضاؒ
برہنہ سر جو نچاتا ہے ہوشمندوں کو — ہے کس بلا کا نشہ پاشِ جامِ شاہِ رضاؒ
شکورِ شاہؒ کو یا رب سدا سلامت رکھ — یہ ہیں خلیفہ با احتشامِ شاہِ رضاؒ
تمہاری آنکھوں میں جو کیف سا جھلکتا ہے — ہے انعکاسِ خیالِ دوامِ شاہِ رضاؒ
تمہارے در کا بھکاری ہوں سخت نادار — مجھے بھی بھیک دلا دو بنامِ شاہِ رضاؒ

قمرؔ کو فخر یہ دونوں جہاں میں کافی ہے
وسیلے ان کے ہوا ہیں غلامِ شاہِ رضاؒ

علامہ قابل گلاؤٹھوی

نگاہ نے جو کیا عزمِ بامِ شاہِ رضاؒ / چھلک گیا مرے سینے میں جامِ شاہِ رضاؒ

ورا ہے ہست و عدم سے مقامِ شاہِ رضاؒ / یہ دو جہاں تو ہیں اک مرغِ دامِ شاہِ رضاؒ

مرا نصیب ہے دیدارِ عامِ شاہِ رضاؒ / کہ قلب و دیدہ ہیں دیوار و بامِ شاہِ رضاؒ

کلامِ روحِ امیں ہے کلامِ شاہِ رضاؒ / مری نظر میں ہے قابل مقامِ شاہِ رضاؒ

بفیضِ عالمِ دو عالم، بنامِ شاہِ رضاؒ / خضر نے پائی ہے عمرِ دوامِ شاہِ رضاؒ

رہا نہ ایک نفس تشنہ کامِ شاہِ رضاؒ / مئے طہورِ رضا تھی بجامِ شاہِ رضاؒ

نظامِ شمس و قمر ہے فقط نظر کا طلسم / دلوں پہ حاوی ہے لیکن نظامِ شاہِ رضاؒ

خیالِ کاکل و رخسار، یادِ ابرو و خال / وہ روز و شب تھے تو یہ صبح و شامِ شاہِ رضاؒ

فنائے عشق، حیاتِ خضر کی ضامن ہے / رہے گا زندہ ابد تک پیامِ شاہِ رضاؒ

رکوعِ شام، قیامِ شب و قعودِ سحر / ہیں ذکر و فکر و صلوٰۃ و سلامِ شاہِ رضاؒ

طریقِ عشق و وفا میں رہِ محبت میں / ہیں اولیا و رسل ہم زمامِ شاہِ رضاؒ

فنائے راہِ رضا کی سبک روی کے نثار / ہے فصلِ عرشِ علیٰ یک دو گامِ شاہِ رضاؒ

طلب ہے شرط، مہیا ہے دولتِ دارین / ہے چشم و دل کے لئے اذنِ عامِ شاہِ رضاؒ

رضا سے دوست کا حاصل ہے دو جہاں سے غنی / ہے شاہِ عشق یقیناً غلامِ شاہِ رضاؒ

قفس کی آمد و شد پر خبر گواہ رہی! / رہے خدا سے پیام و سلامِ شاہِ رضاؒ

مری نگاہ سے دیکھیں جنہیں ملی ہے نظر / رخِ شکور ہے بادہ بجامِ شاہِ رضاؒ

مری نگاہِ ادب سے وہ جوہرِ قابلؔ
کہ مینا قلب ہے بادہ تمامِ شاہِ رضاؒ

صوفی محمد رمضان کیفؔ شکوری قادری (زیبائی)

کورٹ سلطان
(مظفر گڑھ)

زباں پہ ہے بہ ہر حال نامِ شاہِ رضاؒ
نگاہ و دل میں میرے قیامِ شاہِ رضاؒ

یہاں بھی ذکر و جمال بھی ادب سے چرچے ہیں
ہے عام تذکرۂ لطفِ عامِ شاہِ رضاؒ

نہیں مجال کہ ٹھہریں جمال پر نظریں
کہ جلوہ گاہِ رضا ہے مقامِ شاہِ رضاؒ

یہ وہ حسیں ہیں کہ ہر سو ہیں زینتِ محفل
بہر مقام ہوا احتشامِ شاہِ رضاؒ

دمِ کریم کی امید اک بڑی شے ہے
دمِ کریم سے ہے انتظامِ شاہِ رضاؒ

نگاہ جھوم رہی ہے نثار ہے ہر دم
حصولِ قلب ہے حسنِ تمامِ شاہِ رضاؒ

پیامِ شاہِ رضا سن کے ست کہتے ہیں
سکونِ اہلِ طلب ہے پیامِ شاہِ رضاؒ

ازل سے کاتبِ قسمت نے لکھ دیا ہے یہی
کریں گے شاہوں پہ شاہی غلامِ شاہِ رضاؒ

درِ شکور سے پہنچے ہم ان کی خدمت میں
ہمیں بھی کہتی ہے دنیا غلامِ شاہِ رضاؒ

سرورِ دولتِ شریعت تھی آپ کی ہستی
بحقِ بزمِ طریقت تھا جامِ شاہِ رضاؒ

خدا نے بخشی ہیں آنکھیں کہ ہم انہیں دیکھیں
ہمارا دل ہے برائے قیامِ شاہِ رضاؒ

درِ شکور سے کیا کچھ نہ مل گیا مجھ کو
عجب ہیں صدقے ترے صدقے نامِ شاہِ رضاؒ

نثار کیفؔ بہ ہر گام اس غلامی پہ
یہ فخر کم نہیں میں ہوں غلامِ شاہِ رضاؒ

حکیم مقرب حسین مقرب دہلوی (کینال پارک، لاہور)

جھکی ہوئی ہے پئے احترامِ شاہِ رضاؒ
نظر نے دیکھ لیا ہے، مقامِ شاہِ رضاؒ

سرور و کیف کے اسرار کھل گئے ان پر
لگا چکے ہیں جو ہونٹوں سے جامِ شاہِ رضاؒ

جمالِ شاہِ رضا ہے سکونِ چشم و نظر
قرارِ خاطرِ محزوں ہے نامِ شاہِ رضاؒ

خدا کے ذکر سے دل کو سکون ملتا ہے
یہی ہے قولِ خدا اور پیامِ شاہِ رضاؒ

درِ رضا کے غلاموں کا مرتبہ مت پوچھ
ہے بادشاہ سے بڑھ کر غلامِ شاہِ رضاؒ

بڑی مٹھاس، بڑا رس، بہت ترنم خیز
نبات و قند تھا گویا کلامِ شاہِ رضاؒ

جو قربِ خاص ہو دل کو تو دیکھ سکتے ہو
اس عُرس میں بھی مقرب قیامِ شاہِ رضاؒ

صوفی محبوب رضا محبوب نصیر آبادی (زیبائی) حیدرآباد سندھ

سکونِ قلب ہے واللہ نامِ شاہِ رضاؒ
کلامِ حق ہے سراسر کلامِ شاہِ رضاؒ

درِ شکورؒ کے خادم کی آرزو ہے یہی
نگاہِ لطف ادھر بھی بنامِ شاہِ رضاؒ

یہ جذبِ عشق جو سینے میں اپنے پنہاں ہے
کسی سے مانگ لیا ہے بنامِ شاہِ رضاؒ

نہ کیوں ہو درد مجھے کیوں نہ ذوق سے جھوموں
کہ اہلِ دل کا وظیفہ ہے نامِ شاہِ رضاؒ

سمجھ میں آگیا اس کے مقامِ الا اللہ
پیا ہے جس نے مقدر سے جامِ شاہِ رضاؒ

مراد جس کی جو ہوتی ہے بس وہ پاتا ہے
سکونِ اہلِ طلب ہے پیامِ شاہِ رضاؒ

کسی کو حق کی طلب ہے تو جامِ عشق پیئے
پلا رہا ہے جو ساقی بنامِ شاہِ رضاؒ

مجھے بھی فخر ہے محبوب اپنی قسمت پر
زمانہ کہتا ہے مجھ کو غلامِ شاہِ رضاؒ

محمد مظہر، مظہر البسلمی، شکوری، قادری، حیدرآباد سندھ

جسے نصیب ہو صہبائے جامِ شاہِ رضاؒ — سمجھ سکے تو وہ سمجھے مقامِ شاہِ رضاؒ

تجلیاتِ مدینہ و رنگِ کعبۂ حق — صبحِ شاہِ رضاؒ ہیں، وہ شامِ شاہِ رضاؒ

میں جتنی پیتا ہوں ہوتی ہے تشنگی افزوں — پلائے جا مجھے ساقی بنامِ شاہِ رضاؒ

یہیں مقامِ فنا پر تلاش کر مظہر
ہے جن کی زیست ہی عینِ پیامِ شاہِ رضاؒ

مولانا معین الدین محشر بدایونی شکوری، قادری،

بحضورِ مرشد

تمہیں کو جن کے بتاتا تھا آستانہ اپنا — یوں لکھنؤ میں ہوا تھا قیامِ شاہِ رضاؒ

تمہاری باتوں میں پہلو ہیں ان کی باتوں کے — تمہاری چال ہے محشر خرامِ شاہِ رضاؒ

عجیب تر ہے یہ تفریقِ ہند و پاکستان — مرے لئے، مرے فرخ نظامِ شاہِ رضاؒ

مری جوانی بڑھاپے میں ہو گئی تبدیل — تمہارے عشق میں ماہِ تمامِ شاہِ رضاؒ

پھرے ہے عقل یہ نگاہِ کرم ہو کیسے معنی؟ — یہ کیا کہ خاص ہو، اور فیضِ عامِ شاہِ رضاؒ

غریب جن میں، غریبی نے روک رکھا ہے — غریب دور ہے اور دور بامِ شاہِ رضاؒ

کہاں بہار ہے، لاہور کیسے پہنچوں میں — نظر غلام پہ، ماہِ تمامِ شاہِ رضاؒ

تڑپ رہا ہوں، دہائی مدینے والے کی — مرے لئے بھی ہو کچھ تو بنامِ شاہِ رضاؒ

سلام تجھ پہ، ترے گھر پہ، شہر والوں پہ
سلام کہتا ہے محشر غلامِ شاہِ رضاؒ

(در منقبت)

رہا خدا کے لئے اہتمام شاہِ رضاؒ
خدا کی راہ میں گزرا دوامِ شاہِ رضاؒ

جو لِپتیوں میں تھے انہیں بلند کیا
حسین کتنا ہوا انتظام شاہِ رضاؒ

بہار آگئی چمن دل کا جگمگانے لگا
جو دیکھا عارضِ رنگین تمام شاہِ رضاؒ

دلوں پہ بجلیاں گرنے لگیں گھِرے بادل
کھُلے جو گیسوئے مشکین فام شاہِ رضاؒ

نہیں ہے بزم میں پھر بھی یہ حشر برپا ہے
کہاں ہے محشرِ شیریں کلام شاہِ رضاؒ

(در فارسی)

زمین ہست زمانہ غلامِ شاہِ رضاؒ
ہما پناہ گزین زیرِ بامِ شاہِ رضاؒ

مشامِ جان معطر شد و سراسر مشک
ز بوسۂ زلفِ سیہ مشک فامِ شاہِ رضاؒ

فنا و عاشقِ مولا شدہ شدہ مولا
حق ست حق بہ حقیقت بنامِ شاہِ رضاؒ

بہ شغلِ فقر ہمہ عمر چوں غریب نواز
گذشت صبحِ رضا نیز شامِ شاہِ رضاؒ

منم کہ عاشق و مستِ مئی الستیم
ز مستیِ مئے عرفان بجامِ شاہِ رضاؒ

ز تو ظہورِ رضائے مرتضا بُودن بود
شکور نام خودش داشت کامِ شاہِ رضاؒ

رضا، شکور میں دو ٢ اجنبی ہرگز
رضا بصورتِ مادہ تمامِ شاہِ رضاؒ

شکورٌ انت بظاہر بہ بطنِ عینِ رضا
علی الدوام علیک السلام شاہِ رضاؒ

کفا لی انت جمالی و لیس غیرک لی
الی عینک یدی الاتمام شاہِ رضاؒ

سن بہاری محشر یہ موضع کوٹھی!
معین دین غلامِ غلامِ شاہِ رضاؒ

قاضی محمد مقبول صابر مقبولؔ بی اے ۔ (وزیر آباد)

ہے کتنا ارفع و اعلیٰ مقامِ شاہِ رضاؒ — کہ زیبِ قصرِ ولایت ہے نامِ شاہِ رضاؒ

رموزِ معرفتِ حق کو پا لو پی کے اسے — بھرا ہے بادۂ عرفاں سے جامِ شاہِ رضاؒ

چمکتا چہرہ ہے ان کا مثالِ ماہِ منیر — شگفتہ گل کی طرح ابتسامِ شاہِ رضاؒ

قرارِ قلبِ تپاں ان کا لہجۂ گفتار — سکونِ اہلِ طلب ہے پیامِ شاہِ رضاؒ

ضیائے رشد و ہدایت سے دل کئے روشن — ہے خوب دہر میں یہ اہتمامِ شاہِ رضاؒ

ہے دل پذیر بہت ان کی شیریں گفتاری — مثالِ شہد و شکر ہے کلامِ شاہِ رضاؒ

نہ ہو لگاؤ خدا و رسولؐ سے جن کو — ہے دور ہی سے انہیں تو سلامِ شاہِ رضاؒ

ہے ان کی نظرِ کرم ان کے حال پہ ہر دم — جنابِ شیرِ خداؓ ہیں امامِ شاہِ رضاؒ

خدایا خواب میں ہی ان کے طالبوں کو کبھی — دکھا دے جلوۂ حسنِ تمامِ شاہِ رضاؒ

ہے ان کے فیض سے مقبولؔ مستفیض سدا
رواں ہے چشمۂ فیضِ دوامِ شاہِ رضاؒ

محمد مبین خاں مبینؔ نصیر آبادی شکوری قادری

فزوں ہو اور ابھی فیضِ عامِ شاہِ رضاؒ — رہے نہ کوئی بھی محرومِ جامِ شاہِ رضاؒ

حصولِ معرفتِ حق کے واسطے ہم کو — خدا گواہ کہ کافی ہے نامِ شاہِ رضاؒ

جو معرفت کے فلک پر مہِ رضا چمکا — ہر اہلِ دل نے کیا احترامِ شاہِ رضاؒ

یہاں تو وہم و گماں کا گزر بھی مشکل ہے — خدا ہی جانے کہ کیا ہے مقامِ شاہِ رضاؒ

مبینؔ زادِ سفر ہے تو بس یہی کچھ ہے
کہ ورد ہے یہی شب و روز نامِ شاہِ رضاؒ

محمود حسن مدنی، نصیر آبادی

میں سن کے آیا ہوں محفل میں نامِ شاہِ رضاؒ
ادھر بھی ایک نظر اے نقیبِ جامِ شاہِ رضاؒ

جو راز کھل نہ سکا آج تک زمانے سے
وہ کہہ گیا ہے اشارہ نگاہِ نسبتِ شاہِ رضاؒ

حضورِ حشر میں یوں بات بن گئی میری
نکل گیا تھا مرے منہ سے نامِ شاہِ رضاؒ

خدا گواہ کہ مشکل نہیں رہی مشکل
جو لے کسی نے بھی دنیا میں نامِ شاہِ رضاؒ

یہ آرزو ہے کہ میخانۂ شکوری سے
عطا ہو دستِ محبت سے جامِ شاہِ رضاؒ

اس آستاں پہ ہر اہلِ طلب نے دیکھا ہے
عطائے شاہِ رضاؒ فیضِ عامِ شاہِ رضاؒ

اماں ملے گی مدنیؔ کیوں نہ اس جگہ سب کو
درِ شکور ہے دار المقام شاہِ رضاؒ

صاحبزادہ الشاہ محمد عبدالرؤف نیرؔ شکوری، قادری، لاہور

ہجومِ ذوق میں پیتا ہوں جامِ شاہِ رضاؒ
وفورِ شوق میں لب پہ ہے نامِ شاہِ رضاؒ

اسیرِ دامِ تجلی کیا گیا ہوں میں
ملی ہے حلقہ بگوشی بنامِ شاہِ رضاؒ

امین ہیں یہ جہانگیریٔ تصرف کے
زمانہ سمجھے ذرا فیضِ عامِ شاہِ رضاؒ

نظر جو آیا ہے چہرے پہ جلوۂ عرفاں
یہ نام ہی ہے اب غلامِ شاہِ رضاؒ

سنو کہ اہلِ طلب کہہ رہے ہیں یاں آکر
وہ دیکھو نیرؔ فضا زیرِ بامِ شاہِ رضاؒ

کھلا ہے مرا دم نشاط ہونے کو
ملا تھا ہے مرا دل بنامِ شاہِ رضاؒ

وہ لکھنؤ ہو کہ اجمیر ہو کہ جھریا ہو — نہ کس جگہ پہ ہوا احترامِ شاہِ رضاؒ
جو لب ہلے تو ہلے ان کے تذکرے کے لیے — زباں سیکھ گئی میری تمامِ شاہِ رضاؒ
یہ ذرّے ذرّے نے راہِ طلب نے دی آواز — سکونِ اہلِ طلب ہے پیامِ شاہِ رضاؒ

بہ فیضِ حضرت عبدالشکور عالم میں
مرا بیان ہے نیّر پیامِ شاہِ رضاؒ

ناظم القادری ناظم

ضیائے نورِ محمدﷺ مقامِ شاہِ رضاؒ — فرشتے کرتے ہیں خود احترامِ شاہِ رضاؒ
تصورات کا مرکز مقامِ شاہِ رضاؒ — مئے الست سے لبریز جامِ شاہِ رضاؒ
کلامِ غوث نشاں ہے کلامِ شاہِ رضاؒ — مقامِ عرشِ بریں ہے مقامِ شاہِ رضاؒ
یہ آرہی ہے صدا میرے قلبِ مضطر سے — سکونِ اہلِ طلب ہے پیامِ شاہِ رضاؒ
مری نگاہِ تمنا نے یہ کہا جھک کر — نرالی شان کا دیکھا نظامِ شاہِ رضاؒ

ترا کلام ہے مقبول اس لیے ناظم
ہوئے ہیں شاد جو سن کر کلامِ شاہِ رضاؒ

طفیلِ مرشدِ کامل میں شاد ہوں ناظم
خدائی کہتی ہے مجھ کو غلامِ شاہِ رضاؒ

تبسم نذیر اشرفی!

ہر اک لب پہ ہے جہاں میں غلامِ شاہ رضاؒ — کھِلا لیا بھاگ شیریں پیامِ شاہ رضاؒ

بروزِ حشر جہنم سے اس کو کیا نسبت — جہانِ خلد میں ہوگا غلامِ شاہِ رضاؒ

شگفتہ ہو گئے سن کر کہ جو تھے پژمردہ — سکونِ اہلِ طلب ہے پیامِ شاہِ رضاؒ

خدا گواہ کہ دنیائے معرفت میں نذیرؔ!
ہر ایک سمت ہے دیکھا نظامِ شاہِ رضاؒ

حافظ چندا میاں واصلؔ بریلوی

گداز شیں ہیں بصد احترامِ شاہِ رضاؒ — یہ منقبت نہیں خط ہے بنامِ شاہِ رضاؒ

تمہاری حدِ نظر آسماں سہی، لیکن — ہماری حدِ نظر ہے مقامِ شاہِ رضاؒ

سلام بھیج رہا ہوں، بڑی عقیدت سے — رکوعِ شوق ہے حسنِ سلامِ شاہِ رضاؒ

عروجِ مرتبۂ اولیاء نہیں معلوم — کسے خبر ہے کہاں ہے قیامِ شاہِ رضاؒ

وہ ہو گئے ہیں زیارت کے شوق میں حاضر — جنہیں نصیب ہوا ہے پیامِ شاہِ رضاؒ

مری نگاہ کو مہرِ فلک سے کیا لینا — کہ ہر چراغ ہے ماہِ تمامِ شاہِ رضاؒ

زباں والوں میں شیریں بیاں بھی ہے کوئی — کسی کو یاد ہے طرزِ کلامِ شاہِ رضاؒ

کمالِ فیض ہے محروم کیوں رہے کوئی — ہزار مست ہیں اور ایک جامِ شاہِ رضاؒ

یہ بے شمار ستارے ہیں یا چراغاں ہے — وہ کہکشاں ہے کہ ہے عکسِ شامِ شاہِ رضاؒ

وہ تاجدار حقیقت میں کچھ نہیں واصلؔ
جسے غلام بنالیں غلامِ شاہِ رضاؒ

حضرت یوسف علیگڈھی (یادگارِ حضرت داغ دہلوی) سیالکوٹ

شہ شکور ہیں عکسِ تمام شاہ رضاؒ — نظر نواز ہے، بادۂ تمامِ شاہ رضاؒ

مرے لبوں سے جدا ہو، یہ ہو نہیں سکتا — حلاوتوں سے ہے بھرپور نامِ شاہ رضاؒ

شرابِ معرفتِ حق، اسے نصیب ہوئی — جسے ملا ہے جہاں میں پیامِ شاہ رضاؒ

شہ شکور کی باتوں میں کیوں نہ لطف آ گئے — کہ اب یہی ہیں کلیم کلامِ شاہ رضاؒ

بلند مرتبہ چھپتے ہیں کب زمانے میں — نہیں ہے کس کی نظر میں مقامِ شاہ رضاؒ

مجھے ہو گئی حاصل سکون کی دولت — مجھے بھی مل گئی تسکیں بنامِ شاہ رضاؒ

خیال کرتے ہی کیا کیا سرور ملتا ہے — کچھ ایسا کیف بھرا ہے یہ جامِ شاہ رضاؒ

جمالِ یوسفِ کنعاں سے کیا مجھے یوسف
مری نظر میں ہے حسنِ تمامِ شاہ رضاؒ

نوٹ

اکثر شعرائے کرام نے مطرحہ مصرعہ کے خلاف مختلف بحور و قوافی میں "منقبت" کے لئے طبع آزمائی فرمائی جو ترتیب وار کلام کے بعد درج ذیل ہے۔

عظیم لاہوری

نکلا مری زباں سے جو نامِ شہ رضاؒ — سب جھک گئے ادب سے غلامِ شہ رضاؒ

دل تو گزر گیا ہے مرا شوقِ دید میں
کیا رنگ لائے دیکھیے شامِ شہِ رضاؒ

پردے سے دوئی کے اٹھ گئے ان کی نگاہ سے
جن کو نصیب ہو گیا جامِ شہِ رضاؒ

رضواں نے یہ کہا درِ جنت کو کھول کر
وہ دیکھو آ رہے ہیں غلامِ شہِ رضاؒ

گنجینہ معرفت کا ہے دنیا ہے فیض یاب
توحید کا سبق ہے کلامِ شہِ رضاؒ

نذرانہ لے کے آیا ہوں گلدستۂ سخن
حاضر ہوا ہوں بہرِ سلامِ شہِ رضاؒ

ہیں اور بھی جہاں میں ولی آج کل عظیم
سب سے بلند تر ہے مقامِ شہِ رضاؒ

مخفی ملتانی

نسیمِ صبح بھی لیتی ہے نامِ شاہِ رضاؒ
چمن میں کرتی ہے جھک جھک سلامِ شاہِ رضاؒ

خدا کی تجھ پہ ہو رحمت مدام، شاہِ رضاؒ
سلام تجھ پہ ہو میرا سلام، شاہِ رضاؒ

عجیب قابلِ صد احترام، شاہِ رضاؒ
خدا سے پایا ہے کیا خوب نام، شاہِ رضاؒ

مرادیں غیب سے ہر روز سب کو ملتی ہیں
جہاں میں جاری ہے یہ فیضِ عامِ شاہِ رضاؒ

غلامِ شاہِ رضاؒ کی مراد پوری ہو!
شریکِ بزمِ رضا ہے، غلامِ شاہِ رضاؒ

عطا ہو لطف و عنایت کا جام مخفی کو
اگرچہ دور ہے یہ تشنہ کامِ شاہِ رضاؒ

عظمت اللہ عظمت الہ آبادی شکوری قادری

تمہارے در پہ کھڑا ہے غلام، شاہِ رضا
قبول کیجئے میرا سلام، شاہِ رضا

تمہارے در کا گدا خالی ہاتھ کیوں جائے
عطا ہو بہرِ خدا ایک جام، شاہِ رضا

نظر کے سامنے ہے لکھنؤ، خدا کی قسم
نظر تو آتا ہے بالائے بام، شاہِ رضا

تصورات کے پردے میں روز چھپ چھپ کر
تمہیں کو دیکھتا ہے یہ غلام، شاہِ رضا

بتا دیا مرے مرشد نے اک اشارے میں
تری نظر سے ملا جو پیام، شاہِ رضا

حضور نے مجھے ذرّے سے آفتاب کیا
سمجھ میں آگیا سارا نظام، شاہِ رضا

تمہارے در پہ عقیدت کے پھول بکھرا کر
یہ عرض کرتا ہے سنیے، غلام، شاہِ رضا

نہ جاہ و دولت و حشمت کی اب رہی باقی
پیا ہے جب سے یہ وحدت کا جام شاہِ رضا

بروزِ حشر نہ شرمندگی اٹھانی پڑے
یہی ہے آرزو بس صبح و شام شاہِ رضا

لحد سے اٹھے تو اس شان سے اٹھے عظمت
کہ پکڑے ہو ترا دامن غلام، شاہِ رضا

"منقبت"

کی اس نشست کے اختتام پر فوراً ہی دوسری نشست
حسبِ ذیل مصرعہ طرح پر ترتیب پائی: ؏
مرہونِ آستاں ہیں سجدے مری جبیں کے

”مرہونِ آستاں ہیں سجدے مری جبیں کے“

انور فیروز پوری، (لاہور)

زاہد مکاں کا طالب، ہم جلوۂ مکیں کے
مسلک جدا جدا ہے ساکن ہیں اک زمیں کے

سر دُھن رہا ہے کوئی، کوچے میں اس حسیں کے
بر آرہے ہیں لیکن ارماں کسی جبیں کے

اے شیخ کیا دھرا ہے جھگڑوں میں کفر و دیں کے
سب ہیں فریب اپنی نگہِ فریب گیں کے

اوسان پھر خطا ہیں چشمِ نظارہ بیں کے
شاید نقاب اٹھی رُخ سے کسی حسیں کے

کہنے کو یوں تو ہم ہیں آزادِ ہر دو عالم
دل ہے مگر ہمارا قبضے میں دل نشیں کے

اے چشمِ مست جب ہے لطفِ طلسم سازی
توبہ شکن کے ہاتھوں ٹکڑے ہوں ساتگیں کے

مدت کے بعد کروٹ بدلی ہے شامِ غم نے
پردے ہٹے ہیں رُخ سے صبحِ دل آفریں کے

آج ان کے آستاں پہ محوِ نماز ہوں میں
معراج آفریں ہیں سجدے مری جبیں کے

دیوانگی میں کیا شے نذرِ جنوں کریں ہم
داماں کی دھجیاں کچھ پرزے ہیں آستیں کے

ہے آسماں ہماری نالہ کشی سے واقف
چاہیں تو ہم ہلا دیں ساتوں طبق زمیں کے

تا حشر ہی بھرے جا مستوں کے جام ساقی
جانِ سرورِ دل ہیں نغمات ساتگیں کے

دربارِ آشنا میں لایا ہوں نذر کرنے،
کچھ ذوقِ سجدہ ریزی کچھ ولولے جبیں کے

محشر میں خونِ بسمل ہرگز نہ چھپ سکے گا
دیں گے نشاں گواہی قاتل کی آستیں کے

تم اپنے سنگِ در سے چاہے نشاں مٹا دو
ابھریں گے داغ بن کر سجدے مری جبیں کے

رہتا ہے ایک عالم حلقہ بگوشِ ساقی
اللہ رے کرشمے چشمِ خمارگیں کے!

کعبہ ہو بت کدہ ہو، دل ہو کہ لامکاں ہو
یہ سب کے سب مکاں ہیں اس ایک ہی مکیں کے

مضراب سازِ ہستی ضربیں تری عجب ہیں
تاروں سے سن رہا ہوں نغمے نہیں نہیں کے

ان کی نظر ہوئی جب آمادہ جراحت
ٹانکے خود آپ ٹوٹے زخمِ دلِ حزیں کے

ہم جس زمیں پہ انور سجدے گزار آئے
رشکِ ہلال وانجم ذرے ہیں اس زمیں کے

انجم (زیبائی) شکوری قادری (راولپنڈی)

چرچے ہوں آستاں کے، یا تذکرے جبیں کے
یہ مرحلے ہیں دونوں اِک سجدۂ یقیں کے

افسانۂ محبت، کب ہو سکا مسلّم!
لوگوں نے چن لئے ہیں ٹکڑے کہیں کہیں کے

اے راہ چلنے والو، نقشِ قدم نہ سمجھو!
ہیں ان کی رہگزر میں خاکے مری جبیں کے

جب آستیں نہ ہوگی اپنی جگہ سلامت
کام آئیں گے جنوں میں یہ پرزے آستیں کے

میں نے کہا جو اُن سے مجھ پہ بھی کچھ کرم ہو
"کہنے لگے وہ انجم آئے بڑے کہیں کے"

ابوالقاسم اشک

تیور بتا رہے ہیں اس چشمِ خشمگیں کے — ممکن نہیں کہ نکلیں ارمان دلِ حزیں کے
اے دلبرانِ مشرق، کیوں پالتے ہو ان کو — غارت گرانِ مغرب ہیں سانپ آستیں کے

واعظ مجھے نہ لے جا سوئے حرم خدارا
مرہونِ آستاں ہیں سجدے مری جبیں کے

اکرام زیبائی

قدموں میں آ پڑے ہیں ہم بھی اسی حسیں کے — جلوے ہیں موجِ عرفاں جس کی حسیں جبیں کے
جلوے نگاہ میں ہیں سلطانِ عارفیں کے — ہم چاہتے ہیں ان کو، خادم ہیں ہم انہیں کے
اب لطف آ رہا ہے دنیائے بندگی میں — "مرہونِ آستاں ہیں سجدے مری جبیں کے"
وہ روحِ زندگی ہیں، وہ کیفِ زندگی ہیں — ان کے لئے ہیں مضطر ارمان دلِ حزیں کے
کیا مجھ کو خوفِ دوراں میں ذرہ ہوں اسی کا — ہے چرخ زیرِ فرماں جس کوچے کی زمیں کے
تیزی تری نظر کی دل جانتا ہے اس کا — کھائے ہیں زخم جس نے اس تیرِ دل نشیں کے
لطف و عتاب ان کے اب جزوِ زندگی ہیں — جیتے ہیں پی کے ساغر ہم زہرِ انگبیں کے
دیر و حرم میں ان کو میں ڈھونڈتا ہوں کیا کیا — بے تاب کس قدر ہیں سجدے مری جبیں کے
ہے جلوۂ شکوری رونق طرازِ ہر دم — کیا کیا مکانِ دل پر احسان ہیں اس مکیں کے
لغزش کا ڈر مجھے کیا میں ہوں غلام ان کا — سالارِ کارواں ہیں جو جادۂ یقیں کے
ہے گفتگو تمہاری ہے جستجو تمہاری — وابستہ ہیں تمہیں سے ارمان دلِ حزیں کے
اس سے وسیلہ بہتر کیا ہو خدا رسی کا — عاشق خدا ہے جن کا طالب ہیں ہم انہیں کے

تیغِ نظر سے ان کی لرزاں ہے نفسِ موذی — ہو کر رہیں گے ٹکڑے اس مارِ آستیں کے

اکرام کیا مجھے ڈر دنیائے معرفت میں
ان کا مرید ہوں جو رہبر ہیں راہِ دیں کے

انور راجپوری محمودی، شکوری (بمبئی، بھارت)

اب دور کیا کرم ہوں مجھ پر کسی حسیں کے — ممنونِ سنگِ در ہیں سجدے مرے جبیں کے
کیوں ذرہ ذرہ دل کا ہے رشکِ طورِ سینا — ہیں عام آج شاید جلوے کسی حسیں کے
لعنت برس رہی ہے ان لعیں پہ ہر دم — نازل ہے رحمتِ حق عاشق پہ شاہِ دیں کے

مرشد کی مجھ پہ ہر دم چشمِ کرم ہے انور
اشعار میرے خود ہی شاہد ہیں اس یقیں کے

محمد اسرائیل اسرار شکوری قادری

کس در پہ جا کے جھکیں سجدے مری جبیں کے — اس در سے اٹھ گئے جو وہ کب رہے کہیں کے
دنیا میں اس سے آگے آسائشیں کہاں تھیں — جو تیرے در پہ آئے وہ ہو رہے یہیں کے
یہ کس کے آستاں پہ ہم سجدے کر رہے ہیں — نازک ہیں شیخ صاحب یہ مسئلے یقیں کے
دنیا بنی ہوئی ہے جن سے نگار خانہ — چہرے ہیں در حقیقت وہ ایک ہی حسیں کے
کیا عرش کی بلندی کیا لامکاں کی وسعت — زیرِ قدم ہیں یہ اک بوریا نشیں کے

اللہ رے فرشِ گیتی، مہمانِ عرش و کرسی ☆ اے دل یہ تیری قسمت صدقے تیرے مکیں کے

اسرارِ دل کا عالم یہ آج ہو رہا ہے!
جلوے اُلٹ رہے ہیں جیسے کسی حسیں کے

اسعدؔ میرٹھی، کراچی

فرصت کسے کہ دیکھے جلوے کسی حسیں کے ☆ نظارے کر رہے ہیں ہم حسنِ اولیں کے

حیرت فزا ہیں جلوے اس حسنِ دلنشیں کے ☆ راہی بھٹک رہے ہیں ہر جادۂ یقیں کے

میری جبیں سے میرا کعبہ الگ نہیں ہے ☆ مرہونِ آستاں ہیں سجدے مری جبیں کے

ہرگز نہ ہو سکے گی مشکورِ سعیٔ قاتل ☆ ظاہر ہے خونِ بسمل دھبے ہیں آستیں کے

اتنا عروجِ ذرّہ، اتنا فروغِ انساں ☆ افسانے آسماں پر سننے لگے زمیں کے

خونِ جگر بھی شاملِ رنگِ بہار میں ہے ☆ نظارے کر رہا ہوں گل ہائے آتشیں کے

غمہائے زندگی میں شاید ہی فرق آئے ☆ چکر وہی فلک کے، فتنے وہی زمیں کے

دیکھا ہے بےخودی میں یہ رنگ بھی خودی کا ☆ وہ جلوہ گر کہیں ہوں پردے اٹھے کہیں کے

دیر و حرم کے غم میں بیکار مبتلا تھا ☆ محشر میں کام آئے سجدے کہیں کہیں کے

اے جذبۂ طلب خود آجائے حسن دل میں ☆ پُرنور یہ مکاں ہو انوار سے مکیں کے

اس آستاں پہ اسعدؔ جھکنا پڑے گا دل کو
مقبول اُن کے در پر سجدے نہیں جبیں کے

سید ولایت حسین آفتاب اکبرآبادی

شائق ہیں رند ساقی جنت کی انگبیں کے
دو چار بھر کے ساغر دے آبِ آتشیں کے

میں نے کہا: کسی دن آنا "تو ہنس کے بولے
مجھ کو بلانے والے آئے بڑے کہیں کے

بدقسمتی سے اپنی ہم جس زمیں پہ آئے
دشمن بنے ہمارے ذرّے اسی زمیں کے

ضد آپ کی اگر ہے حاضر ہے جان لے لیں
آخر کسی طرح تو جائیں یہ بل جبیں کے

سب سے الگ ہے منزل سب سے جدا ہے خواہش
جس پر نہ آسماں ہو طالب ہیں اس زمیں کے

ممکن نہیں کہ وہ یا ان کا خیال آئے
جب تک ہیں نامکمل خاکے ترے یقیں کے

تم آفتاب اس کا ہرگز بُرا نہ مانو!
ملتی ہوں جب حسد پر الفاظ نکتہ چیں کے

عبدالواحد انجم (زیبائی) شکوری قادری (راولپنڈی)

طاری ہے زلزلہ سا اس سنگِ آستاں پہ
سجدے تڑپ اٹھے ہیں سجدے مری جبیں کے

دنیا میں دوستوں کا یہ حال ہم نے دیکھا
خنجر لیے ہوئے ہیں دامن میں آستیں کے

تو مسکرا رہا ہے وعدے کے وقت، لیکن
مجھ کو ڈرا رہے ہیں یہ بل تری جبیں کے

سطحِ فلک پہ روشن کب کہکشاں ہے انجم
ذرّے بکھر گئے ہیں میرے دلِ حزیں کے

عبدالباری بزمی لکھنوی شکوری قادری (زیبائی) (لاہور)

مضطر ہیں آستاں پہ سجدے مری جبیں کے
کیا پوچھتے ہو مجھ سے ارمان دلِ حزیں کے

وہ ہیں مکیں جہاں بھی وہ جلوہ گر جہاں ہیں
خورشید سے نہیں کم ذرات اس زمیں کے

وہ بارگاہِ عالی ہر وقت روبرو ہے
میری نظر میں بس اب جلوے نہیں کہیں کے

بے چین ہو رہے ہیں لیے تابِ شوق سجدے
اس سنگِ آستاں پہ سجدے مری جبیں کے

اس روئے آتشیں سے ہے رشکِ طور سینہ
جلوے ہیں میرے دل میں اس روئے آتشیں کے

عہدِ بہار میں پھر جوشِ جنوں سے کیے ہیں
ٹکڑے اڑے ہوئے ہیں دامن کے آستیں کے

پیشِ نگاہ بزمی دربار ہے رحمت کا
ارمان نکل رہے ہیں دل میں مرے وہیں کے

منشی علی حسین بسمل بریلوی، (لاہور)

عاشق ہیں ہم تو بسمل بے شک اسی حسیں کے
جلوے چھپیں نظر میں کیسے کسی حسیں کے

وہ آستاں یہی ہے، ہاں جس کی جستجو تھی
کہتے ہیں یہ مچل کر سجدے مری جبیں کے

الفت کی وادیوں میں رہبر جو تو نہ ہوتا
اے شوقِ دیدِ جاناں رہتے نہ ہم کہیں کے

جاری جہاں سے تھے الکھوں علم و ادب کے چشمے
ساکن ہیں ہم وہیں کے، ساکن ہیں ہم وہیں کے

عرشِ عظیم کے بھی حالات جانتے تھے
کہتے تو تو بشر ہیں ساکن ہیں ہم زمیں کے

سب خامیاں ہماری اس نے بھی بتا دیں
ممنون کیوں نہ ہوتے پھر کہیے نکتہ چیں کے

اقرارِ وصل کر کے انکار کر رہے ہو! — اک بار اور کہنا قرباں "ہاں" "نہیں" کے
کیا فیض پایا تم نے پیہم اقتضاؤں سے — ٹکڑے ہزار کر کے میرے دلِ حزیں کے
یہ جانتے اگر ہم تم سے نہ کرتے الفت — کیا علم تھا ہو گے تم مارِ آستیں کے
پھر دستِ دوستی کو اپنے دراز کرنا — حالات پہلے دیکھو کیسے ہیں ہم نشیں کے
مانا کہ میرے سجدے نام و نمود کے تھے — کیوں تیرے سنگِ در نے بوسے لیے جبیں کے

ہرگز نہ پیش آتی بسملؔ کوئی مصیبت
پیماں جو یاد رکھتے تم روزِ اولیں کے

محمد ظہور برقؔ، فرخ آبادی (زیبائی) لاہور

اسرار ہیں نمایاں ہر سمت سے یقیں کے — کرتا ہوں میں نظارے اس جلوۂ حسیں کے
ہاں کے معاوضہ میں کیا چیز تھی جو دیتا — قربان ہو رہا ہوں تیری "نہیں، نہیں" کے
دنیا بدل کے رکھ دی غم کی مسرتوں نے — اطوار کچھ نہ بدلے لیکن دلِ حزیں کے
دیوانگی ہے رشتہ، معراج ہے محبت — یہ داستانِ ناقص دنیا کے ہیں نہ دیں کے
اے صاحبِ گلستاں یہ انقلاب کیسا؟ — مرجھائے پھول شاید گلدستۂ یقیں کے
ڈوبا ہوا سفینہ پھر دے رہا ہے دعوت — فتنے اٹھا رہے ہیں آثار تہ نشیں کے
خود تیرا آستاں بھی سجدہ نواز نکلا — "مرہونِ آستاں ہیں سجدے مری جبیں کے"
او نام کے مسلماں، بن نام کا مسلماں — ذرے پکارتے ہیں طیبہ کی سرزمیں کے

اب اور کیا کرے گا اے برقؔ دستِ وحشت
ٹکڑے ہوا گریباں پرزے ہیں آستیں کے

عبدالجبار جابر الہ آبادی (لاہور)

پھیلے جہاں میں پھر سے جس قوت کفر و دیں کے
محفوظ ہو نہ پائے سجدے مری جبیں کے

یوں آ گئے ہیں گیسو رُخ پر کسی حسیں کے
یکجا ہوئے ہیں جیسے اسبابِ کفر و دیں کے

مجھ کو ابھی یاد کب ہیں افسانہ ہائے فرقت
ان کو سنا رہا ہوں ٹکڑے کہیں کہیں کے

پلکوں نے جو تراشے آنسو بشکلِ گوہر
مہماں ہو گئے وہ دامان و آستیں کے

سجدوں کے یہ نشاں ہیں یا کجی کی مہریں
کس چیز کے ہیں دھبے ماتھوں پہ واعظیں کے

گونجا فضا کی حد میں پھر نغمۂ محبت!
یہ کس نے تار چھیڑے سازِ دلِ حزیں کے

یوں منتشر ہیں تارے اے دوست آسماں پر
جیسے بکھر گئے ہیں جلوے کسی حسیں کے

پھر جلوۂ حقیقت سا نگن ہو گیا مگر
اہلِ ہوس ہرائیں تمیز سے اگر یقیں کے

عرفان و آگہی سے ہم خود ہیں دور جابر
ورنہ چراغ روشن ہیں منزلِ یقیں کے

جمعدار محمد علی جام شکوری (زیبائی) راولپنڈی

مصروفِ بندگی ہوں قرباں ہوں ان حسیں کے
مرہونِ آستاں ہیں سجدے مری جبیں کے

دل دے دیا ہے ان کو وہ مجھ سے لے چکے دل
یوں ہو گئے ہیں پورے ارمان مجھ حزیں کے

ان کے کرم نے مجھ کو بخشی حیاتِ تازہ
ورنہ لبادا کیا تھی رہتے نہ ہم کہیں کے

بس آرزو یہی ہے جب جاں تن سے نکلے
ہو ذکر لب پہ ان کا جلوے ہوں [illegible] کے

تم مدعا ہمارے، تم آرزو ہماری ارماں نکل رہے ہیں کیا کیا دلِ حزیں کے

اے جامؔ سر نہ اٹھے اس آستاں سے ہرگز
لائیں گے رنگ اک دن سجدے مری جبیں کے

بابو عزیز الدین جہانگیری سیالکوٹی (زیبائی)

اسٹیشن ماسٹر این ڈبلیو آر سیالکوٹ

رہتے ہیں نور ساماں صدقے میں اس حسیں کے میری جبیں پہ چمکے سجدے مری جبیں کے
اہلِ جنوں میں باہم کیا ہو رہی ہیں باتیں افسانے اڑ رہے ہیں دامن کے آستیں کے
اب کوچۂ شکوری سب کچھ مرے لئے ہے الطاف جس قدر ہیں تیرے وہ ہیں یہیں کے
سن سن کے آج وہ بھی بے تاب ہو رہے ہیں لائے ہیں رنگ آخر نالے دلِ حزیں کے

مقطع کی بات یہ ہے دنیائے بندگی میں
مرہونِ آستاں ہیں سجدے مری جبیں کے"

خلش ہاشمی

اب بھی سماد رہے ہیں جلوے کبھی کہیں کے مدت ہوئی ہیں بنے تھے مرکز مری جبیں کے
تھا داب تھا سویرا، ہونے لگا اندھیرا بڑھنے لگے ہیں سائے زلفِ عنبریں کے
یہ بھی تو اک ادا ہے یہ بھی تو ایک کرم ہے نکلا نہیں کبھی "ہاں" منہ سے سوا نہیں کے
ناز و ادا میں ان کے پوشیدہ ہے قیامت انداز قاتلانہ ہیں چشم سرمگیں کے

شاید بہار اب کے کچھ دیر ہی سے آئے
بیٹھا ہوں آج سینے میں چاکِ آستیں سے

وہ شاہ ہیں گدا ہوں، میں عشق بے نوا ہوں
"مر ہونِ آستاں ہیں سجدے مری جبیں کے"

اب تک نہ مٹ سکا وہ دل پر جو داغ آیا
اللہ رے اشارے اس چشمِ سرمگیں کے

اب حضرتِ خلش کے دل میں یہ آرزو ہے
کوچے میں اُن کے جا کر بس ہو رہیں وہیں کے

قاضی خلیل صولتی بستوی، بمبئی ۵

کچھ کام نہ سکے ہم دُنیا کے اور نہ دیں کے
دامِ ہوس میں پھنس کر کب تک کہیں گے

قربان ہو رہی ہے چرخِ بریں کی عظمت!
تارے سے بھی حسیں ہیں ذرے تری زمیں کے

ممکن نہیں رسائی میری اگر الٰہی!
ان تک پہنچ ہی جائیں نالے دلِ حزیں کے

شعلوں میں بھی مزے ہیں حالِ خلیل مجھ کو
نسریں کے، نسترن کے، لالہ کے، یاسمیں کے

میر روحی لکھنوی قائلی، شکوری، قادری (کراچی)

آساں نہیں نظارے اس جلوۂ حسیں کے
دل سوختہ ہیں ذرے خود طُور کی زمیں کے

یوں ناز اٹھا رہے ہیں کس ناز آفریں کے
ٹکڑے ہو رہے ہیں گوشے دلِ حزیں کے

میری نظر سے چھپ کر رہتے ہیں میرے دل میں
مانندِ آئنہ ہیں انداز اس مکیں کے

پروانوں کی تمنا تو سوزِ شمع تک ہے
ہم ہو چکے ہیں شیدا ان کے رخِ حسیں کے

صدقے تجلیوں کے اب تک تڑپ رہے ہیں
اس سنگِ آستاں پر سجدے مری جبیں کے

اے جوشِ بحرِ الفت نہیں آئندہ ساحل
ہم منتظر ہیں لیکن اک موجِ اولیں کے

رومی! یہ آستانہ رہے تا ابد سلامت
دیکھے ہیں میں نے جلوے عرفان کے، یقیں کے

محمد ابراہیم راحت دہرہ دونی (لاہور)

آنکھوں میں بس رہے ہیں جلوے کسی جبیں کے
کیوں تیری سمت دیکھوں اے چاند چودھویں کے

عرفان کی جہاں میں ملتی ہے بھیک سب کو
کیا بات اس مکاں کی کیا کہنے اس مکیں کے

وہ عرضِ مدعا پہ برہم کسی کا ہونا
قربان اس ادا کے، صدقے ہم اس نہیں کے

کیا فیض ہے جو مانگا وہ بے دریغ پایا
مرہونِ آستاں ہیں سجدے مری جبیں کے

اب تک دل و نظر پر اک کیف سا ہے طاری
کیسے تھے وہ اشارے اس چشمِ سرمگیں کے

پیدا ہو نہ دل میں شاید نہ سُن سکو تم
تم نے ابھی سنے ہیں ٹکڑے کہیں کہیں کے

اب اپنے دل پہ ہم کو مطلق نہیں بھروسہ
قبضے میں آ چکا ہے اُس شوخ نازنیں کے

سُن کر مری زباں سے اظہارِ شوق راحت
وہ مسکرا کے بولے آئے بڑے کہیں کے"

دیوان نظیر احمد زرین شکوری اجمیری (حیدرآباد سندھ)

ہو جاؤں میں تصدق اس چشمِ سرمگیں کے
ایمان کچھ تو نکلیں میرے دلِ حزیں کے

وَالشَّمس روئے زیبا وَاللّیل زُلفِ اطہر
سو جاں سے تصدق اس چشمِ سرمگیں کے

شام شب تصوّر جس کو سمجھ رہا ہوں
زرین! میں تصدق اس زلفِ عنبریں کے

زیبا نارویؒ مہتمم مشاعرہ

اُن کی طرف سے کچھ یوں ارشادِ بندگی تھا
ہیجان میں ہیں اب تک سجدے مری جبیں کے

محمد عبداللطیف سالک شکوری زیبائی (چک ۱۴ ایم۔آر (ملتان))

لاہور چل کے دیکھو جلوے مری جبیں کے!
اسرار ہیں نمایاں سب عالمِ یقیں کے

مرکر ہی لب اُٹھیں گے کوئے رضا سے اب ہم
دل مبتلا یہیں کا، خادم ہیں ہم یہیں کے

ہر اک کی یہ صدا ہے ہر اک یہ کہہ رہا ہے
مرجائیں آستاں پر سجدے مری جبیں کے

اُس میرِ کارواں کا ہر وقت ہے تصوّر
کتنے بلند تر ہیں ارماں دلِ حزیں کے

واللہ مجھے غرض کیا دُنیا کی رونقوں سے
میری نگاہ میں تو جلوے ہیں شاہِ دیں کے

سیّد شہاب الدّین سہیل گیاوی شکوری (زیبائی)

سپرنٹنڈنٹ ملٹری اکاؤنٹس ڈیپارٹمنٹ، (واہ کینٹ)

جلوے تھے دُور جب تک اُن کے رُخِ حسیں کے
تھے رائیگاں سراسر سجدے مری جبیں کے

کیا کہیے کیا کشش ہے جلووں میں اس حسیں کے
مرہونِ آستاں ہیں سجدے مری جبیں کے

پی کر شرابِ عرفاں سرمست ہو رہے ہیں
ہیں خوش نصیب طالب اس ساقیِ حسیں کے

ہے حاصلِ تصوّر ہر دم وہ شاہِ خوباں
جلوے نگاہ میں ہیں آقائے دلنشیں کے

سو سو تجلیوں سے بھرپور ہر اشارا
لطف و کرم ہیں روشن اس چشمِ سرمگیں کے

شاہِ شکور میں بھی یہ طرفہ شان دیکھی
ہاں آپ رہنما ہیں دنیا کے اور دیں کے

وہ ہیں کہ دُور ہم سے دنیا کے آرزو میں
ہم ہیں کہ منتظر ہیں اب وقتِ واپسیں کے

دنیا کے حُسن والے جچتے نہیں نظر میں
ہم ہیں اسیرِ الفت اک ایسے مہ جبیں کے

میرے لیے ہے کافی بس اک نگاہ ساقی
اوروں کو ہوں مبارک یہ جام انگبیں کے

ہو جائے گا نظارہ طیبہ کا اک نہ اک دن
ہوں گے سہیل پورے ارماں دلِ حزیں کے

شارب اکبرآبادی

کیا آسماں کی باتیں، کیا تذکرے زمیں کے — جب سے تمہارے ہوئے ہم دنیا کے ہیں نہ دیں کے
آتا ہے نام میرا، ہوں تذکرے کہیں کے — افسانے سینکڑوں ہیں یکسر دلِ حزیں کے
اے گردشِ زمانہ، اے انقلابِ دوراں — ہیں چشمِ منتظر میں جلوے کسی حسیں کے
اک طرزِ دلبری پر سوزِ زندگی تصدّق — اک بار پھر تو کہہ دو "آئیے بڑے کہیں کے"
یہ گل، یہ اشکِ شبنم، یہ دل، یہ داغِ ہجراں — جلوے کہاں کہاں ہیں اُس نقشِ اوّلیں کے

سچ تو یہ ہے کہ شارب کیوں ناز ہو نہ مجھ کو
ہیں آستاں کی زینت سجدے مری جبیں کے

حافظ شرف الدین شیدا اکبرآبادی چشتی
چوک جنازگاہ، مزنگ، لاہور

ہیں حاصلِ محبت، انداز اس حسیں کے — ارمان مضطرب ہیں پھر بھی دلِ حزیں کے
آئیں گے کیسے لب تک شکوے دلِ حزیں کے — بدلے ہوئے ہیں تیور اس چشمِ سرمگیں کے
جانِ سکوت کچھ تو ارشاد ہو زباں سے — صدقے میں تیری ہاں کے، قرباں تری نہیں کے
برہم کبھی وہ مجھ سے برہم کبھی وہ میرا — انداز ہیں نرالے اس حسنِ مہ جبیں کے

نیرنگیٔ زمانہ شیدا بیاں کروں کیا؟
یہ رنگ و بوئے الفت ہیں زاویے یقیں کے

سیّد مختار عالم شاغلؔ گلاوٹھوی ابن علامہ قابلؔ گلاوٹھوی !

ٹوٹے اس آستاں پہ سجدے مری جبیں کے
صدقے ہزار جاں سے میں اپنے خوشہ چیں کے

کام آئی حشر کے دن بے مائیگی الفت
نکلے ہزار دامن دامن سے آستیں کے

تیرے حرم سے ان کو نسبت قریب کی ہے
ان پر تصدق زاہد یہ بت بھی ہیں وہیں کے

اہلِ نظر ہی سمجھے راز و نیازِ الفت
دلچسپ تھے اشارے اک چشمِ شرمگیں کے

نقشِ قدم پہ ان کے میں نے کئے ہیں سجدے
دیکھیں گے عرش والے جلوے مری جبیں کے

کس طرح کوئی سمجھے حسن و وفا کے معنی
کافر کی "ہاں" میں بھی ہیں پہلو "نہیں نہیں" کے

معراجِ عشق سمجھوں یا اوجِ شوق شاغلؔ
شکلِ بشر میں دیکھا جلووں کو اک حسیں کے

شبیر احمد شفقؔ دہرہ دونی (رسالپور کینٹ)

مرنے کے بعد مالک کب رہ گئے کہیں کے
تاج الملوک کیا کیا ہوتے ہیں زمیں کے

ہنگامے وحشتوں کے شاید قریب تر ہیں
میں دیکھنے لگا ہوں پھر خواب آستیں کے

فیضِ جنوں سے ہاتھوں وہ زندگی ملی ہے
وردِ زباں رہیں گے افسانے آستیں کے

آہوں سے ہو نہ جائے برپا کہیں قیامت
بدلے ہوئے ہیں تیور میرے دلِ حزیں کے

دیتا ہوں خونِ دل یوں اُن کے لئے شفقؔ میں
سرخی جھلک رہی ہے دامن سے آستیں کے

شیخ ہدایت مند شیخ ملتانی (بی اے، ایل ایل بی)

احساں مند ہیں ہم اک ذوقِ دلنشیں کے
آنکھوں میں ہیں رچائے اُس جلوۂ یقیں کے

ہیں خاکِ آستاں ہوں، مشتاقِ عارفاں ہوں
مرہونِ آستاں ہیں سجدے مری جبیں کے

گلہائے معرفت کی جس میں حلاوتیں ہیں
پائے ہیں لطف میں نے اس جامِ انگبیں کے

برتر ز آسماں ہے، رتبے میں لامکاں ہے
ان کی تجلیوں سے دل پھر گئے زمیں کے

جو دم میں خاک کر دے خاشاکِ ماسوا کو
طالب رہے ہیں ہم بھی اس سوزِ آتشیں کے

اے رازِ معرفت تُو افشا نہ راز کرنا
افشا نہ ہونے پائیں یہ راز رازبیں کے

تم نے عطا کیا ہے وہ سرمۂ بصیرت
رقصاں ہیں اب نظر میں جلوے کہیں کہیں کے

رگ رگ میں ہے سرایت تاثیرِ پیرِ کامل
ہیں جان و دل میں جلوے اک حسنِ نازنیں کے

وہ پیکرِ تمنا اب دل میں بس گیا ہے
ارماں ہو گئے ہیں پورے دلِ حزیں کے

اس سنگِ آستاں کو مرکز بنا لیا ہے!
بس اب تو ہو چکے ہیں اے شیخ ہم یہیں کے

محمد شریف شرف (زیبائی) شکوری قادری، لاہوری

حاصل ہے سرفرازی کوچے میں اس حسیں کے
مرہونِ آستاں ہیں سجدے مری جبیں کے

شاہِ رضاؒ کے در سے اٹھے گا سر نہ میرا
تقدیر میں جبیں کی سجدے ہیں بس یہیں کے

گردن میں طوق جب سے ہے ان کی بندگی کا
آزاد ہو گئے ہم حلقے سے آن و ایں کے

بس اک نگاہ ان کی دل کو بنا گئی ہے
رہتے ہیں زیرِ فرماں کونین اس نگیں کے

اس کی ضیا نہ پوچھو، اسکی ادا نہ پوچھو
ہیں رشکِ مہرِ تاباں عاشق بھی حسیں کے

چکرا رہے ہیں کیا کیا دن رات آسماں پہ
شیدا ہیں مہر و مہ بھی اس رخِ آتشیں کے

چھوٹے شریف کیونکر شاہِ شکور کا در ؟
اس در کے ہیں بھکاری، ہم ہیں گدا یہیں کے

سید صفدر علی شاہ صفدرؔ (زیبائی) شکوری قادری (ننگیانوالہ شیخوپورہ)

شیدا ہیں اس حسیں کے طالب اس حسیں کے
ہم تو فدا ہیں صفدرؔ اس حسن آفریں کے

رہتا ہے دل ہمارا کوچے میں اس حسیں کے
جلوے نگاہ میں ہیں آٹھوں پہر وہیں کے

ہر جنبشِ نظر سے بخشا ہے درد، دل کو
احسان مند ہم ہیں اس چشمِ سرمگیں کے

پردہ ذرا الٹ دو، چہرے سے اے حسیں ہی
صدقے اتار دل ہم پیار مالِ حزیں کے

اے کاش ہو رسائی جلد اُن کے آستاں تک
ہیں بے قرار بے حد سجدے مری جبیں کے

پوچھو نہ ہم سے لذت اب ذوقِ سوزِ دل کی
پروانہ بن چکے ہم اس شعلۂ آتشیں کے

کیا کیا نہ پا رہے ہے فیضِ جمال ہر شئے
ذرے ہیں چاند تارے اس کوچے کی زمیں کے

ناصح بچشمِ حق ہیں دیکھا وہ ہم نے جلوہ
قائل نہیں ہیں اب ہم تیری چناں چنیں کے

دعویٰ ہو جسکو صفدرؔ، لائے مثال اُن کی
دنیائے حسن میں ہیں وہ چاند چودھویں کے

صوفی شرف الدین احمد صوفی واثق میرٹھی، (لاہور)

(بقیدِ یک قافیہ)

جو آستین آنسو پونچھے کسی عزیز کے
اک موتیوں کی مالا صدقے اس آستین کے

مجنوں ہیں یکسی کے وحشی ہیں یکسی کے
دامن ہیں سی رہے ہیں پرزے جو آستیں کے

اک آستیں کی ہم نے سو آستیں بنا دیں
لیکن ذرا جھٹکیں آپ بخل سے آستیں کے

اہلِ جنوں سے پوچھے اہلِ خرد یہ کوئی
دامن کے فرض کیا ہیں؟ کیا فرض آستیں کے

اس وقت جب مورخ تاریخ لکھ رہے ہیں
دیوانے بھی دکھائیں کچھ حوصلے آستیں کے

مٹتی ہیں لکیریں ہاتھوں کی سونے پہ جو
آزادی کے نقطے کبھی جب گھر دل آستیں کے

دستِ جنوں کے ہاتھوں برہم ہو گئے ہیں
آخر کو رنگ لائے یہ سانپ آستیں کے

آنسو نہ چشمِ تر سے گر جائے دست بس یہ
کیا بات آستیں کی کیا کہنے آستیں کے

فصلِ بہار میں تو وحشت بڑی ہوتی ہے
دستِ جنوں الجھ کے درپے ہیں آستیں کے

تم کو تو شوق تھا یہ کہلائیں ہم بھی قاتل
کیوں دھو رہے ہو دھبے اب اپنی آستیں کے

اک دم ہی کھینچ لو گے گھونسے ہی تان لیے ہو
گوشے الٹ کر ہر بار آستیں کے

کٹتے ہی ہاتھ ہر اک وہم و دو میں تھا لگ گئے
وحشی تھے یا کوئی تھے ٹکڑے کیے تھے آستیں کے

ہاتھوں کے کام آئے کیوں آستیں ہماری
جب ہاتھ ہی نہ آئے کچھ کام آستیں کے

صوفی واثق نے باندھا جب سے تہبند
آزاد ہو گئے ہیں جھگڑوں سے آستیں کے

محمد عظیم، عظیم لاہوری

جذبِ نظر ہیں جلوے جب سے کسی حسیں کے
یہ حال ہے ہمارا دُنیا کے ہیں نہ دیں کے

ہے عشق ہی کے باعث حاصل ہمیں بلندی
گردنے دالے ہم ہیں اے آسماں زمیں کے

پھر بے کسوں پہ ہوگا کوئی عتاب نازل
یہ صاف کہہ رہے ہیں بل آپ کی جبیں کے

ہر آرزو طلب کی، ہر آرزو بر آئی
پورے ہوئے نہ ارماں میرے دلِ حزیں کے

درکار ہے فقط اک ایمائے سجدہ ریزی
واللہ آپ دیکھیں تیور ولولے جبیں کے

حیلہ گری سے تم نے توڑے ہزار پیماں
پابند ہم ہیں لیکن پیمانِ اولیں کے

سنئے اُنہی سے میری روداد پائمالی
آوارہ زمیں ہیں ذرّات جو زمیں کے

واعظ تری زباں سے مستی ٹپک رہی ہے
دو گھونٹ پی لئے ہیں کیا آبِ آتشیں کے

حد سے گزر چکی ہے تاریکیٔ شبِ غم
پردے سے اب نکل آ اے چاند چودھویں کے

اس آستاں پہ ہم نے جب سر کیا خمیدہ
اُٹھ اُٹھ کے سنگِ در نے بوسے لئے جبیں کے

سب سے الگ ہے کچھ مسلک عظیم اپنا
ہم پینے والے ٹھہرے صہبائے آتشیں کے

عبیداللہ عبید شکوری (ملتان)

آنکھوں میں رونما ہیں جلوے کسی حسیں کے
"مرہونِ آستاں ہیں سجدے مری جبیں کے"

شہرت ہوئی ہے ہر سُو چرچا ہوا ہے ہر جا
افسانے بن رہے ہیں تیرے رُخِ حسیں کے

تیرے حضور آکر کیا ہو عبید گویا؟
سب کچھ عیاں ہیں تجھ پہ حالات کمتریں کے

عارف سنبھلی (کراچی)

ہیں جام میں وہ منظر اجزائے تہ نشیں کے
پلکوں پہ جیسے چمکے آنسو کسی حسیں کے

کیا جانے کس قدر ہیں جلوے مرے یقیں کے
بُت خانہ و حرم تو دو نقش ہیں جبیں کے

یہ گل یہ ماہ و انجم ہیں دلفریب لیکن
دل کو پکارتے ہیں جلوے کہیں کہیں کے

صحرا نوردیوں سے گزری ہے زندگانی
یہ آسماں سے بڑھ کر احسان ہیں زمیں کے

کس آفتاب کی ہے یہ تابشِ مسلسل
لَو دے رہے ہیں ذرّے اب دل کی سرزمیں کے

پرہیزگاریوں میں اک آگ سی لگی ہے
انداز اس نظر میں ہیں آبِ آتشیں کے

میرا وقارِ سجدہ ہر نقشِ پا سے پوچھو
تقسیم ہو چکے ہیں اب حوصلے جبیں کے

ہے دل کی انجمن میں برپا کوئی قیامت
دم پر بن آ رہے ہیں فتنے یہیں کہیں کے

وہ عشق سے بگڑ کر کچھ شاد بھی ہیں عارف
اسلوب کچھ نرالے ہیں میرے نکتہ چیں کے

مرزا امراؤ بیگ عاشق (فتح پور سیکری)، اکبر آبادی)

اُس دن سے ہم پہ عقدے سب کھل گئے ہیں دیں کے
سائے میں آ گئے ہم جس دن سے اک جبیں کے

رفعت کی پوچھتے ہو دل عرش بن گیا ہے
نقشے جمے ہوئے ہیں کچھ ایسے دلنشیں کے

اک کعبہ کیا میں لاکھوں سجدے بنا کے رکھ دوں
مل جائیں نقشِ پا گر اُس شوخِ نازنیں کے

واپس آ گئی ہے وحشت رہِ طلب میں مجھکو
بن کر چراغ ابھرے سجدے مری جبیں کے

گزرے ہیں جس جگہ سے اے دوست تیرے وحشی
خورشید بن گئے ہیں ذرّے بھی اس زمیں کے

الفت میں انکی عاشق نذرِ جنوں ہوئے سب
باقی ہیں نہ ٹکڑے اب جیب و آستیں کے

عزیز الشعرا عبدالعزیز خاں عزیزؔ مرزاپوری، ٹی، ایس آفس لاہور

چھالے ابھر ابھر کر میرے دلِ حزیں کے
افسانے کہہ رہے ہیں اب آبِ آتشیں کے

باقی ابھی ستم ہیں کیا چشمِ سرمگیں کے
کیوں چن رہا ہے کوئی ٹکڑے دلِ حزیں کے

جل جائے گا فلک بھی تب جلے گی زمیں بھی
شعلے بھڑک اٹھیں گے جب آہِ آتشیں کے

کوئی نہ سن سکا ہے، کوئی نہ سن سکے گا
حالاتِ غم عجب ہیں میرے دلِ حزیں کے

سارے عزیز چھوٹے، چھوٹا وطن ہمارا
گھر سے نکل کے اپنے اب ہم نہیں کہیں کے

دیکھا تھا اتفاقاً اک بار ان کا جلوہ
ہیں ہوش اڑے اڑے سے اب تک دلِ حزیں کے

دستِ کرم کا تجھ پہ یارو بڑا کرم ہے!
دامن نہیں سلامت، پرزے ہیں آستیں کے

ہاتھوں سے اپنے سونپا قاتل کو میں نے بڑھ کر
آنکھوں سے چن رہا ہوں ٹکڑے دلِ حزیں کے

حسنِ ادا کے صدقے، حسنِ ادا کے قرباں
پہنچے جو انجمن میں وہ ہو گئے انہیں کے

جو کچھ گزر رہی ہے، اچھی گزر رہی ہے
حالات پوچھتے ہو تم کیا دلِ حزیں کے

دل ہی نے ان کو جانا، دل ہی نے ان کو سمجھا
جتنے ہوئے اشارے اس چشمِ سرمگیں کے

آنکھیں ہماری یہ کیا مقتل میں دیکھتی ہیں
ٹکڑے وہ کر رہے ہیں سو سو دلِ حزیں کے

ڈر سے کہاں تمہارے جائے عزیزؔ اٹھ کر
ٹکڑے لکھے ہوئے ہیں تقدیر میں یہیں کے

عظمت اللہ عظمت جعفری شکوری الہ آبادی (زیبائی) (الہ شہر کینٹ)

تیور عجیب ہیں اس چشمِ سرمگیں کے
ہو جاؤں کیوں نہ صدقے اندازِ دلنشیں کے

دن میں نہ چین حاصل آرام ہے نہ شب کو
احوال کیا کہیں ہم اپنے دلِ حزیں کے

کام آیا ذوقِ طاعت ہو ہی گئی رسائی
"مرہونِ آستاں ہیں سجدے مری جبیں کے"

دل میں سما گئے ہیں، آنکھوں میں بس رہے ہیں
انداز کیا کہیں ہم اس چشمِ سرمگیں کے

عظمت کے سامنے ہے دنیائے نور کیا کیا؟
جلوے نگاہ میں ہیں ان کے رُخِ حسیں کے

منشی عبدالمجید غازی سکندرآبادی شکوری قادری، سکندرآباد (بلند شہر) (یو۔پی)

سر کو وہیں جھکایا سجدے کئے وہیں کے
دیکھے جہاں پہ جلوے اُس نازآفریں کے

حبِّ محمدؐ جن کو یہاں ہے حاصل
جنّت میں بھی پئیں گے وہ جام انگبیں کے

ہوتی ہے اور بارش عرفاں کی ان کے در پہ
چشمے جہاں رواں ہیں دریائے عارفیں کے

وہ ماہرِ شئے عالم، یکتائے حُسنِ ازلی
انداز ان کے سارے ہیں ختمِ مرسلیں کے

مٹنا اور ان پہ مٹنا ہے زندگی کا حاصل
قرباں کیوں نہ جائیں ہم ایسے نازنیں کے

اعمالِ نارواسے ہشیار رہنا غافل
بن جائیں گے نہیں تو یہ مارِ آستیں کے

کیا واسطہ ہے غازی دیر و حرم سے مجھ کو
"مرہونِ آستاں ہیں سجدے مری جبیں کے"

ڈاکٹر عبدالمجید فروغ لکھنوی (زیبائی) شکوری، قادری

کم حوصلے نہ ہوں گے اپنے دلِ حزیں کے
ہم زندگی مٹا کر ہو جائیں گے کہیں کے

ہے فخر یہ کہ ہم بھی عاشق ہیں اس حسیں کے
جو فخرِ انبیا ہیں، وارث ہیں جو کہ دیں کے

خالق نے تجھ کو دی تھی کچھ اس طرح کی قدرت
جس جا بچھا مصلّے دل پھر گئے زمیں کے

جس کا مکاں نہیں ہے جنت سے آج بھی کم
کیا کوئی لکھ سکے گا اوصاف اس مکیں کے

اے دل مجھے تو لے چل اب ان کے آستاں تک
بے تاب ہو رہے ہیں سجدے مری جبیں کے

آنکھوں سے میں لگاؤں خاکِ درِ محمدؐ
ارمان اس طرح سے نکلیں دلِ حزیں کے

شمع کے گرد جیسے پروانہ گھومتا ہے
ہو جاؤں میں تصدق ان کے رخِ حسیں کے

محبوبِ کبریا جیسے پیدا ہوئے جہاں میں
ذرے فلک پہ پہنچے بطحا کی سرزمیں کے

آنکھیں بچھاؤ اپنی آکر فروغ تم بھی!
مرہونِ آستاں ہیں سجدے مری جبیں کے

فیاض جے پوری قائلی شکوری (زیبائی) (لاہور)

چاروں طرف ہیں چرچے ان کے رخِ حسیں کے
پروانے جا بجا ہیں رخسارِ آتشیں کے

آخر جبینِ طاعت ممنونِ سنگِ در ہے
بے چین ہو رہے تھے سجدے مری جبیں کے

بنیادِ آرزو ہی دنیا ہے بندگی میں
اٹھے جو ان کے در سے وہ کب رہے کہیں کے

طے ہو گئے وہ سارے اک جنبشِ جنوں میں
جتنے بھی مرحلے تھے دامن کے آستیں کے

فیاض میرا سر ہے اور آستاں شکوری
"مرہونِ آستاں ہیں سجدے مری جبیں کے"

مرزا صمصام الدین فیروز دہلوی (گارڈن ٹاؤن، لاہور)

کیوں کر چھپا ہیں ان سے نالے دلِ حزیں کے
بس بن چلا ہے آنسو دامان و آستیں کے

ٹوٹے پڑے ہیں ساغر بکھری پڑی ہے صہبا
خاکے ہیں صرف باقی اب دورِ اولیں کے

ہاں ہاں یہ اپنی جرأت کا ایک امتحاں ہے
معنی نہیں، "نہیں" ہیں ان کی نہیں نہیں کے

آساں ہے سجدہ ریزی آساں ہے جبہ سائی
جائیں جب ان کے در پہ نکھرے اٹھیں جبیں کے

شاید نشاں یہی ہے پیشینہ رہروِ دل کا
ہر نقشِ پا کے پہلو میں نقش ہیں جبیں کے

قرآں سی منشور دکھلا دی راہ جس نے
قرباں ہو دل و جاں اس ختم مرسلیں کے

فیروز نعتِ احمد میں نکلے چودہ مصرعے
چودہ طبق ہیں روشن یا آسماں زمیں کے

فیض رسول فیض سکوری (ازیبائی)

صدقے نگاہ میری ہے جلوۂ حسیں کے
در پہ ہیں ان کے قرباں ٹکڑے دلِ حزیں کے

سجدے مری جبیں کے اب نذرِ آستاں ہیں
اب نذرِ آستاں ہیں سجدے مری جبیں کے

اجمیر و لکھنؤ سے آگے اب بغداد کیا کیا؟
پنجاب میں بھی رخشاں جلوے ہوئے وہیں کے

قسمت سے ہاتھ آیا کوچہ شہِ رضا کا
اب تو مری نظر میں جلوے نہیں کہیں کے

تکمیلِ شوقِ طاعت اے فیض کیا بتاؤں؟
"مرہونِ آستاں ہیں سجدے مری جبیں کے"

قمر صدیقی لکھنوی (اچھرہ، لاہور)

آنکھوں میں ہیں ابھی تک جلوے اسی حسیں کے
صدقے ہے دل ازل سے اس حسن آفریں کے

اڑتی سی یہ خبر تھی عہدِ بہار آیا
ٹکڑے سے اڑا رہا ہے دل میں جیب و آستیں کے

چھیڑا ہی تھا ابھی کچھ ہم نے فسانۂ دل
قطرے سے ہو گئے نمایاں ماتھے پہ اس حسیں کے

شاہوں سے کیا تعلق دولت سے واسطہ کیا؟
ہم پاس بیٹھتے ہیں اک بوریا نشیں کے

ابرو سنوارے ہیں آئینہ سامنے ہے
تیور بدل رہے ہیں ایسی ناز آفریں کے

اب تم ہمیں چھپا لو دامانِ عاطفت میں
کس در پہ اور جائیں ہم ہو چکے یہیں کے

ہوگا قمر اشارہ میری طرف بھی اک دن
روشن ہیں صاف مجھ پہ انداز اس حسیں کے

قیس سہارنپوری (کراچی)

دیکھے ہیں جب سے جلوے ان کے رخِ حسیں کے
تیور ہی اور کچھ ہیں اپنے دلِ حزیں کے

سجدے تھے اس آستاں کے، قربان اس زمیں کے
جس نے کیے مکمل سجدے مری جبیں کے

اے ضبطِ دردِ فرقت اس وقت کیا کروں میں
جب تنگ آ کے تڑپیں ارمان دلِ حزیں کے

رودادِ زندگی ہے یہ مختصر ہماری
پایا جہاں بھی تم کو ہم ہو گئے وہیں کے

برہم ہیں آپ جن سے، اُن سے خفا دو عالم
جو آپ کے نہیں ہیں دنیا کے ہیں نہ دیں کے

اے قیس ہوش میں اب آنے سے فائدہ کیا؟
جب ہو چکے ہیں ٹکڑے دامان و آستیں کے

مولوی قمرالدین قمر شکوری قادری (مولوی واہ وہاڑی)

سرِ تسلیم خم ہیں یہیں کا، دیر و حرم یہیں کے
"مرہونِ آستاں ہیں سجدے مری جبیں کے"

شانوں پہ زلف چڑھ کر گستاخ ہو چلی ہے
سر کو کچل ہی ڈالوں اس مارِ آستیں کے

ساقی کی چشم میں اک مستی بھی سحر بھی ہے
جو میکدے میں آئے وہ ہو رہے یہیں کے

خورشید و ماہ و انجم آفاق جن سے روشن
یہ تل ہیں جگمگاتے کس کے رُخِ حسیں کے

بادِ صبا چمن سے آہستہ ہی گزر جا
فتنے نہ جاگ اٹھیں اس چشمِ خوابگیں کے

دھوبی کے جیسے کتے گھر کے نہ گھاٹ کے ہیں
یارانِ بے وفا بھی دنیا کے ہیں نہ دیں کے

جانِ جہاں کی فرقت جاں پر بنی ہے آفت
جاں ہی سپرد کر دوں خود جانِ آفریں کے

معشوق اور عاشق جب دونوں ایک ٹھہرے
شکوے قمر ہیں بے جا دنیا میں ہر حسیں کے

غلام قادر خاں قادر (زیبائی) راولپنڈی

نقشے کھچے ہیں جب سے آنکھوں میں اک حسیں کے
بے چین ہو گئے ہیں سجدے مری جبیں کے

آئے قدم جہاں بھی سردارِ مرسلیں کے
خورشید بن کے چمکے ذرّے اسی زمیں کے

نادم ہوا ہوں جب سے اعمالِ بد پہ اپنے
لعل و گہر بنے ہیں قطرے مری جبیں کے

شاہِ رضا کی دنیا آنکھوں میں بس گئی ہے!
ہو کر رہیں گے قادر ہم بھی اسی زمیں کے

علامہ قابلؔ گلاوٹھوی

جس پر مچل چکے ہیں سجدے مری جبیں کے
ہیں عرش و لوح و کرسی نقشے اسی زمیں کے

کیا کیا مزے دلاسے صدقے تری "نہیں" کے
نکلے ہزار معنی اک حرفِ دل نشیں کے

صدقے ہیں اس آستاں کے، قربان اس جبیں کے
روشن ہیں جس پہ جلوے حسنِ خود آفریں کے

اے دل سمجھ اشارے چشمِ ستارہ بیں کے
یہ مہر و ماہ و انجم، قاصد ہیں اک حسیں کے

اب کوئی کچھ بھی سمجھے انداز کفر و دیں کے
وہ ہیں ازل سے شیدا جھکتی ہوئی جبیں کے

یہ حال ہو گئے ہیں اپنے دلِ حزیں کے
ہیں حدِ لامکاں تک جلوے ترے مکیں کے

پھولوں کے رنگ و بو میں آثار کسی حسنِ مخفی میں
ہیں ثبت دو جہاں پہ سجدے مری جبیں کے

کیوں سادہ بت کدہ ہے حرم سے خالی
کیا سحر کے ہوئے ہیں بیکار کفر و دیں کے

اے حسنِ تازگی پہ بے ساختہ مٹنے والو!
ہے سم کی تیرگی بھی جلووں میں انگبیں کے

ہم سے وطن زدوں کی اللہ رے شامِ غربت
اک اک سے پوچھتے ہیں کیا ہم بھی ہیں کہیں کے

اے یادِ صبحِ رفتہ کب تک یہ دن ڈھلے گا!
ہم منتظر ہیں کب سے اک شامِ واپسیں کے

کہہ دو کہ ناخدا سے ملّت خدا سے مانگی
انداز غزنویؒ کے، تیور سبکتگیںؒ کے

تہذیبِ عصبیت میں عصمت کہاں نظر کی!
لے رُخ ہیں تراشے صورت گرانِ چیں کے

میں بندۂ رضا ہوں شاہِ رضاؒ کا قابلؔ
چمکے اس آستاں پہ جوہر مری جبیں کے

کوثرؔ صدیقی، اکبر آبادی، انجمن بہارِ ادب، کراچی

فیض و کرم سے کوثرؔ اک تیرِ دل نشیں کے
نقشے جمے ہوئے ہیں دل میں کسی حسیں کے

قدموں پہ سر رہا ہے شب بھر کسی حسیں کے
شاید قبول ہوں گے یہ سجدے مری جبیں کے

ہیں جلوؤں کے نظارے ہر دم مری نظر میں
قربان جان و دل ہیں اس چشمِ سرمگیں کے

اے حسن تیری خاطر کیا کچھ نہیں کیا ہے؟
چشمک سہی عدو کی اور طعنے ہم نشیں کے

مجھ کو سیاہ زلفیں لہرا کے ڈس رہی ہیں
جھک جھک کے لے رہی ہیں بوسے تری جبیں کے

دل لے کے کیا کرو گے پہلے ذرا یہ سوچو!
تم سے نکل سکیں گے ارماں دلِ حزیں کے

اے حسن کچھ خبر ہے تیری نظر سے گر کر
شیدائی تیرے کتنے پیوند ہیں زمیں کے

ڈر ہے کہ ہو نہ جائے مدھم نظامِ شمسی
ماتھے پہ چاند ٹیکہ ہے آج مہ جبیں کے

دل میں جنہیں جگہ دی، خونِ جگر سے پالا،
ارماں وہی ہیں کوثرؔ، اب مارِ آستیں کے

صوفی محمد رمضان کیفؔ زیبائی، شکوری قادری (کوٹ سلطان)

کیا پوچھتے ہو احوال اس خوش ادا حسیں کے
ممنون صد کرم ہیں ارمان دلِ حزیں کے

اب دیکھنا ہے آگے کیا اور منزلیں ہیں
طے ہو چکے ہیں اب تک سب مرحلے یقیں کے

دل دیکھتا ہے سب کچھ شانِ حبیب لیکن
اسرار کون سمجھا دنیا میں اس حسیں کے

جلوؤں کی دل کے رخ پہ برسات ہو رہی ہے
کتنے حسیں ہیں جلوے اس شوخ مہ جبیں کے

دیدار کرنے والے حیرت زدہ ہیں بے حد
کیا کیا ہیں حسن ساماں جلوے تری جبیں کے

شاہِ رضاؒ کے در پہ ہے اک سکوں میسّر
ہارے تھکے مسافر پہنچے کہیں کہیں سے

تم نے لیا یا دل کو یہ ہے کرم تمہارا
ہر وقت تھی اُداسی حسرت میں اک مکیں کے

احساسِ بندگی نے پہنچا دیا ہے مجھ کو
مرہونِ آستاں ہیں سجدے مری جبیں کے

ہر گوشہ ہو رہا ہے صد رشکِ طورِ ایمن
دنیا کے دل لبھی ہے جلوؤں سے اس حسیں کے

جو دامنِ شکوری مجھ کو ہوا میسّر
نکلے محل کے ارماں میرے دلِ حزیں کے

ایماں کی شعاعیں بھر دی ہیں میرے دل میں
احساں بھلا اُٹھائیں کیوں کر میں ایسے نازنیں کے

بھرپور ہے کرم سے وہ چشم خشمگیں بھی
مارے ہوئے ہیں ہم بھی اس چشم خشمگیں کے

شاہِ شکور پہ ہوں اے کیفؔ میں بھی قرباں!
دنیا پہ آپ حادی، رہبر ہیں آپ دیں کے

حکیم مقرب حسین مقرؔب دہلوی

اوصاف کیا بیاں ہوں سردارِ مرسلیں کے
وہ خاتم النبیؐ ہیں اس دورِ آخریں کے

پردے اُٹھا دیے ہیں جلوے دکھا دیے ہیں
قرباں میں تمہاری اس چشمِ دُور بیں کے

جب اُن کو دیکھو لوں میں تب اپنا کام کرنا
اے مرگ مٹ نہ جائیں ارمان دلِ حزیں کے

ذوقِ جبیں سائی کچھ حد سے بڑھ گیا ہے
باہر نکل نہ آئیں سجدے مری جبیں کے

کوچے میں گیسوؤں کے جاتے تو حال کھلتا
سودا زدہ ہیں کتنے اس زلفِ عنبریں کے

لطفِ بیاں کی خاطر تم نے ملا دیے ہیں
یہ میری داستاں میں ٹکڑے کہیں کہیں کے

مارا کسی کو اس نے زندہ کیا کسی کو — یہ بھی کرشمے دیکھے اک چشمِ نازنیں کے
الزامِ قتل تم پہ آئے تو میرا ذمہ — دھبے ہٹا تو لیجے، دامن کے آستیں کے

اچھی غزل مقرب کہتے تو داد ملتی
نعرے بلند ہوتے تحسین و آفریں کے

محبوب — نصیر آبادی

آنکھوں کے سامنے ہیں جلوے کسی حسیں کے — مشہور ہو چکے ہیں سجدے مری جبیں کے
یہ شان کم نہیں ہے، یہ فخر کم نہیں ہے — یہ امتی ہیں مسلم اس ختمِ مرسلیں کے
جنت سے تیری رضواں کیا واسطہ غرض کیا — جلوے لیے ہوئے ہیں آنکھوں میں اک حسیں کے
بیتاب و مضطرب ہوں اے پیکِ تجلی — بے پردہ سامنے آ صدقے تری جبیں کے

محبوب گو کیے ہیں سجدے ہزار پھر بھی
مرہونِ آستاں ہیں سجدے مری جبیں کے

مقصود احمد مقصود شکوری (از بیبائی) ڈیروی،

کیا کیا ہیں رنگ لائے سجدے مری جبیں کے — ہر سمت کھل گئے ہیں غنچے مرے یقیں کے
ظلمات میں ہوئے ہیں چہرے مرے یقیں کے — مرہونِ آستاں ہیں سجدے مری جبیں کے
ہمسرِ بہشت کا ہے مرشد کا آستانہ — دل چاہتا ہے قرباں ہو جاؤں اس زمیں کے

دن رات عاجزی ہے اس سنگِ آستاں پہ — مقبول ہوں گے اک دن سجدے مری جبیں کے

اب بن گیا ہوں دل سے میں خادم شکوری رح
مقصود اٹھ گئے ہیں پردے مرے یقیں کے

محمد حفیظ مخفی (ملتان)

ہر چند کہہ رہا ہوں کر تذکرے وہیں کے — واعظ سنا رہا ہے قصے کہیں کہیں کے
اس در کی جبہ سائی ہے وجہِ فخر مجھ کو — مرہونِ آستاں ہیں سجدے مری جبیں کے
گُل کھل گئے ہزاروں، عالم ہوا معطّر — کچھ پیچ کھل گئے جب اُس زلفِ عنبریں کے
جلوے نظر ہمیشہ آتے رہے برابر — ظاہر بھی اور نہاں بھی اس حسن مہ جبیں کے
سورج بنے جہاں میں روشن ہوئے جہاں میں — روزِ ازل جو ٹوٹے تارے تری جبیں کے

زیبا نہیں کسی کو مخفی یہاں تکبر
مسکین بندے ہیں سب اس ربّ العالمیں کے

مشتاق علی مشتاق سہنوی (زیبائی) اے-جی آفس لاہور

حاصل پناہ ہے اب دامن میں اس حسیں کے — چرچے جہاں میں ہیں جس کی جبیں جبیں کے
برباد ہو رہے ہیں بچھڑے دلِ حزیں کے — ارماں سب ہمارے پژمردہ ہیں ابھی کے
آزردہ حال ہو کر اب ہے یہ میرا عالم — ٹکڑے اڑا دیے ہیں اک آہ میں زمیں کے

اب اپنی زندگی کا بس ماحصل یہی ہے ! — رہتے ہیں رات دن در بار میں انہیں کے
میرے جنوں کا عالم دیکھے تو آ کے دنیا — بکھرے ہوئے ہیں ٹکڑے ہر سمت آستیں کے

مشتاق دیکھتا ہوں ہر وقت ہیں وہ صورت
آئے پسند مجھ کو جلوے اسی حسیں کے !

مظہر تسلیمی (حیدرآباد سندھ)

ہم اہلِ دل ہیں ناصح ، اس مسلکِ حسیں کے — دیکھی جہاں محبت ، بس ہو رہے وہیں کے
بت سازی برہمن ، سجدے مری جبیں کے — تفسیر ہیں نگہ کی ، حاصل ہیں سب یقیں کے
اک سجدے کی تمنا ہے ان کے نقشِ پا پہ — رتبے بلند کرنے ہیں اب مجھے جبیں کے
نظریں بچا ہوئی ہیں خود ہی حجاب ورنہ — جلووں کا پوچھنا کیا ، اس صورتِ مبیں کے
یہ بزمِ میکدہ بھی کیا بزمِ میکدہ ہے — پیرِ مغاں کا صدقہ ہم ہو گئے یہیں کے
کیا اور چاہتا ہے ، اے گریۂ مسلسل — دیوانگی کا حاصل ٹکڑے ہیں آستیں کے
کس کا خلوص اس کی نظر دل میں معتبر ہو — احباب جس کے نکلے ہوں سانپ آستیں کے
یہ کیا سماں ہے یا رب ، اُف انقلابِ عالم — جو پاسبانِ دیں تھے ، دشمن بنے ہیں دیں کے

صد شکر مل گیا ہے ، یہ در یہ آستانہ
ہم اہلِ شوق مظہر ورنہ نہ تھے کہیں کے

مولانا معین الدین محشر بہاری شکوری قادری

(موضع کوٹھی (گیا) بہار، یوپی)

کوشش میں ہے مصوّر، سامانِ دور بیں کے
کوٹھی میں خوب کھینچے لاہور کے حسیں کے

ہے خالقِ تصوّر، تصویر ہی مصوّر
نقشے نہار رہا ہوں اک نازنیں حسیں کے

جس دل میں گھر تمہارا وہ دل ہے اہلِ دل کا
جس پہ ہے گھر تمہارا اقبال اس زمیں کے

دیدارِ یار سے ہیں سرشار ان کی آنکھیں
کیا پوچھنا الٰہی لاہور کے مکیں کے

میں پڑھ رہا ہوں طٰہٰ، مزمّل اور یٰسیں
یا سامنے ہیں اپنے رخسار اس جبیں کے

ہوش و خرد کو اپنے سب بیچ کر رہے ہیں
کیا سحر ہو رہے ہیں اس چشمِ سرمگیں کے

اب تک وہی جنوں ہے، دیوانہ پن وہی ہے
خود کر رہا ہوں پُرزے دامن کے آستیں کے

کافر پرست ہوں میں بت پر نثار ہوں میں
جھگڑوں سے کیا غرض ہے دنیا کے اور دیں کے

ہر حیثیت سے ہم نے تم سا تمہیں کو پایا
انداز ہم نے دیکھے دنیا کے ہر حسیں کے

تکمیلِ عبدیت پہ مشکور ہو رہے ہیں
مرہونِ آستاں ہیں سجدے مری جبیں کے

یہ بے مروّتی ہے یا بے رُخی کہیں ہم
لاہور جا کے سیّاں تم ہو گئے وہیں کے

ہر شعر تیرا محشر ہے درد کا مرقع
شاید اثر ہو دل پہ اس مہ جبیں حسیں کے

"ذالک محشر!"

دل سے دعا لبوں تک آئی ہے کمتریں کے
اللہ دل کی سُن لے صدقے میں شاہِ دیں کے

اللہ میرے آقا کے ظلِ مکرمت کو
رکھ برقرار ہم میں ہیں آفتاب دیں کے

یا رب علاؤ الدین و شاہِ رؤف دونوں ۔ خورشید بن کے چمکیں ہر ذرّہ پر زمیں کے

دونوں ہیں شاہ کے بازو، دونوں ہیں شہ کی آنکھیں ۔ نورِ نظر ہیں دونوں لائق ہیں جانشیں کے

یہ دونوں شاہزادے قائم رہیں ہمیشہ ۔ صدقہ کچھ ان کا ہم کو، یہ دن ہیں بہتریں کے

اک پر حسن کا سایہ، ظلِ حسین اک پر ۔ دونوں ہیں شاہزادے دو چاند چودھویں کے

شمس و قمر ہیں دونوں، دونوں ہیں چاند سورج ۔ دو چاند ہیں فلک کے، دو چاند ہیں زمیں کے

دونوں ہیں نور، دونوں میں روشنی ہے ان کی ۔ دو آئینہ ہیں دونوں، آئینہ ہیں انہیں کے

دونوں کا خوشہ چیں ہوں، دونوں سے ہوں سوالی ۔ ابرِ کرم ہیں بھر دیں دامن کو خوشہ چیں کے

دونوں کا واسطہ ہے، دونوں سے واسطے ہیں ۔ دونوں طرف سے چمکیں تارے مری جبیں کے

سب جھولیاں بھری ہیں، خالی ہے میری جھولی ۔ میری نظر کرم پر ہے آج شاہِ دیں کے

محشرؔ تری دعائیں مقبول ہو گئی ہیں!
دل سے ہوئیں دعائیں جب در پہ شاہِ دیں کے

محبوب گوالیاری

ہیں چار سو فسانے میرے دلِ حزیں کے ۔ محجوب ہیں یہ احساں اس نازآفریں کے

دل جانتا ہے ان کا وہ نقشِ پا نہیں ہے ۔ جس میں نظر نہ آئیں جلوے تری جبیں کے

صحنِ چمن میں اے دل لے تو چلوں میں تجھ کو ۔ افسانے بن نہ جائیں داماں و آستیں کے

جب انتہا کو پہنچا احساسِ ذوقِ طاعت!
اس آستاں نے خود ہی بوسے لیے جبیں کے

مقیم انصاری انبیٹھوی

چرخِ بریں کے تارے یا پھول ہیں زمیں کے
بکھرے پڑے ہیں ہر سو ٹکڑے دلِ حزیں کے

اک کیفِ مستقل سا طاری ہے ہر نظر پر
صدقے ہزار جاں سے اس چشمِ سرمگیں کے

مدت سے آرزو ہے اک دل نواز ہاں کی
سن سن کے تھک گیا ہوں فقرے نہیں نہیں کے

ہے اعتقاد مجھ کو اس حد سے والہانہ
مقبولِ آستاں ہیں سجدے مری جبیں کے

وجہِ سکونِ خاطر کیا پوچھتے ہو ہم سے
احساں ہیں سب تمہارے اک تیرِ دلنشیں کے

پنہاں نہیں ہے ہم سے اس آسماں کی رفعت
بڑھ کر قدم ہمیشہ لیتا ہے جو زمیں کے

ہم اے مقیمؔ صدقے جائیں نہ کیوں صبا کے
مرہون اس کے جھونکے ہیں زلفِ عنبریں کے

صاحبزادہ الشاہ عبدالرؤف نیّرؔ شکوری قادری

روزِ ازل سے نیّر محتاج ہیں وہیں کے
بکھرے ہیں ان کے در پر سجدے مری جبیں کے

کس کو دکھائیں جا کر سرمایۂ جنوں ہم
کچھ تار جیب کے ہیں کچھ پرزے آستیں کے

ماہِ تمام جس سے محجوب ہو رہا ہے
ہم دیکھتے ہیں جلوے دن رات اس جبیں کے

محشر کی انجمن میں پہچانے کوئی کس کو
کچھ لوگ ہیں کہیں کے کچھ لوگ ہیں کہیں کے

دستِ جنوں نے اک دن ایسا کرم کیا تھا
وحشت عیاں ہے اب تک پرزوں سے آستیں کے

اک بار جھک گئی ہے جو ان کے آستاں پر
رتبے بلند دیکھے ہم نے اسی جبیں کے

نیّرؔ ہزار دل سے قرباں دل کی دنیا
چرچے خدائی میں ہیں اس حسنِ آفریں کے

ترمیم نذیر اشرفی

جلوے ہیں دو جہاں میں جس ذاتِ لامکیں کے
محبوب ہو تم آقا اس ربّ العالمیں کے

خوشبو سے جس کی اب تک کونین ہے معطر
مشتاق ہم ہیں آقا اس زلفِ عنبریں کے

پہنچے تھے اس جگہ پر محبوبِ حق ہمارے
جانے میں جس جگہ پر جلتے تھے پر امیں کے

سدرہ پہ جا کے پہنچے جب سرورِ دو عالم
لب پر ہر اک ملک کے نغمے تھے آفریں کے

اس بے نظیر کی میں کیا دوں نظیر بتلا
قربان ہے خدا تک جس حسنِ اولیں کے

نصیر کوٹی (از کراچی)

جلوے نگاہ میں ہیں اک ناز آفریں کے
قربان دیدہ و دل اس منظرِ حسیں کے

دنیا کو جستجو ہے تیرے نشانِ پا کی
ہر گام پر نشاں ہیں لیکن مری جبیں کے

اک گردشِ نظر سے محروم ہیں ابھی تک
گو مستحق تھے ساقی ہم جامِ اولیں کے

اے جذبۂ محبت سب کچھ ہمیں گوارا
آئیں جو آڑے ہیں الزام کفر و دیں کے

بڑھتی ہی جا رہی ہے لیے بے حسی زمانہ
پودے کبھی نہ پھول گے ارمانِ دلِ حزیں کے

ہر پھر کے اس نے آخر پھونکا مرے جگر کو
زد میں نہ آ سکے وہ اس آہِ آتشیں کے

پھر ناخدا کو کیوں ہے اندیشۂ تلاطم
ہمراہ ہیں سفینے ہر موجِ تہ نشیں کے

گم ہو کے رہ گئی ہے گردِ رہِ گماں میں
ارماں نصیر کو تھے جس منزلِ یقیں کے

نواز دُرّانی الافغانی (ڈیرہ غازی خان)

تھے خاکِ رہگذر پہ کچھ نقش سے جبیں کے
جھک کر کئے فلک نے سجدے مری جبیں کے

اثباتِ نام اپنا مقصود تھا کسی کا
دو حرف لام، الف ہی تھے نقش اُن نگیں کے

اقبال تیرا شاید تھا میری "لاانقا[۱]" میں
معکوس ہو گئے ہیں معنی مری نہیں کے

میرے حواسِ خمسہ تھے پنج تن کے مظہر
تخمیس شش جہت میں ارکان تھے یہ دیں کے

تھی کفرِ لامکاں سے قیدِ مکاں کی نسبت
قائل ہیں شیخِ کعبہ اف ئہ مکیں کے

تکسیر سے ہے نامِ "لفظِ الم[۲]" سے دُنیا
تھے ادعی عناصر تثلیث دلنشیں کے

اے چشم و گوش تیرا مشہود مشتبہ تھا
پرواز میں ہیں جوہر آئینہ یقیں کے

کیا شیخ و برہمن کو آئے نظر حقیقت
پردے پڑے ہوئے ہیں آنکھوں پہ کفر و دیں کے

اپنی نظر سے جو خود پوشیدہ رہ گئی ہے
قائل نہ ہو سکے ہم اس چشمِ دُور بیں کے

طفلِ سرشک نے لی تعلیم سجدہ ریزی
آغوشِ تربیت میں اک چشمِ نازنیں کے

اک مرغِ سادہ دل کو اسکی خبر کہاں تھی
کوئی کمان ابرو گوشے میں تھا کمیں کے

پہلو نشین دل بھی غیروں سے جا ملا ہے
واقف تھے ہم اپنے اس مار آستیں کے

وہ نام لے کے میرا دشنام دے رہے ہیں
لیتے رہے مزے ہم تلخی میں انگبیں کے

اربابِ "اہلِ دل" ہیں کیا عرض بے دلی ہو
بھوکے ہیں یہ بچارے اک لفظ آفریں کے

در جورِ عرض مطلب سمجھا نواز اس کو
کیا بخت آسماں پہ ہیں شعر کی زمیں کے

---

۱ اقبال کا عکس لاانقا ہے ۲ الم: الف، لام، میم

حافظ چنداں میاں واصل (بریلوی)

ہم کیوں حسیں گماں پہ قائل ہوں کیوں یقیں کے
جب تک تمہاری ہاں میں انداز ہیں نہیں کے

ہلکا سا ہے تبسم ہونٹوں پہ نازنیں کے
یا گل کھلے ہوئے ہیں گلشن میں یاسمیں کے

یہ نقش تا قیامت زینت ہیں آستاں کی
تم کیا مٹا سکو گے سجدے مری جبیں کے

دیوانگی بجا ہی اب اس مقام پہ ہے
دامن کی دھجیوں میں ٹکڑے ہیں آستیں کے

جاں دے کے ہو گئے ہیں وہ ان کی جستجو میں
ہوتے نہیں کسی کے رہتے نہیں کہیں کے

سجدوں کی بارشوں نے اک کہکشاں سجا دی
اتنے نکھر چکے ہیں ذرے تری زمیں کے

رخ کا خیال رکھیے زلفوں کو چھوڑ دیجے
کافر خیال مومن دنیا کے ہیں نہ دیں کے

ناوک تری نظر کے محروم تو نہیں ہیں
تقسیم کر چکا ہوں ٹکڑے دل حزیں کے

دنیا ہوئی نہ ہو گی واصل کبھی کسی کی
رکھتا ہے ہر مسافر جذبات کیوں کہیں کے

حضرت یوسف علی گوھر (شاگردِ حضرت داغ دہلوی)

کہتے ہیں لوگ اکثر کوچے میں اس حسیں کے
اب ہم یہیں رہیں گے ہم ہو چکے یہیں کے

پرزے اڑا رہے ہیں دیوانے اس حسیں کے
وحشت کے بے خودی کے دامن کے آستیں کے

کیا پوچھتے ہو مجھ سے انداز اس حسیں کے
ہاں ہاں کے بھیس میں ہیں تیور نہیں نہیں کے

تم کیا سمجھ رہے ہو غیروں کو اپنا حامی
ڈس لیں گے دیکھ لینا یہ سانپ آستیں کے

تیر دل کی پار شیں ہیں قلب و جگر پہ ہر دم
حملے تو کوئی دیکھے اس چشم سُرمگیں کے

دورِ بہار آ کر لہرا رہا ہے پرچم
دیوانے بھی اڑائیں اب پرزے آستیں کے

کب ناز بندگی ہے لیکن یہ جانتا ہوں
کام آئیں گے یقیناً سجدے مری جبیں کے

ارمانِ دل ہمارے سب بٹ گئے جہاں میں
کچھ ہو رہے کہیں کے کچھ ہو رہے کہیں کے

دستِ جنوں سے کیا کیا تکرار ہو رہی ہے
دیکھیے ذرا خدا ہی کچھ ہاتھ آستیں کے

دِل چھین کر ہمارا تو نے بھی آنکھ پھیری
ہم تو نہ رہ گئے اب اے فتنہ گر کہیں کے

کچھ کھنچ کے جا رہا ہے اس بزم میں زمانہ
کس حشر کی کشش ہے نورِ دل ہیں اس زمیں کے

مشہورِ عشق میں ہیں فرہاد قیس و وامق
قائل نہیں مگر ہم اس دورِ اولیں کے

یوسف ذرا پڑھو بھی، تم یوسف و زلیخا
یوسف بھی مبتلا ہیں دُنیا میں اک حسیں کے

سلسلہ اور غیر سلسلہ کے بیشتر مشاق اور نامور مقامی اور غیر مقامی شعرائے کرام نے ہر دو مصاریع پہ یادگار اور قابلِ قدر گہر فشانیاں فرماکر ہر گوشۂ محفل سے بے پناہ داد و تحسین حاصل کی۔ مشاعرہ نہایت دلچسپ اور پُر سکون انداز میں بڑی سرگرمی کے ساتھ بصدارت مکرمی علامہ قابلؔ صاحب گلاوٹھوی تمام شب جاری رہا۔ حتیٰ کہ فجر کی اذان ہو گئی۔ افسوس رہا کہ تقریباً تیس بتیس طرحی غزلیں محفل میں نہ پڑھی جا سکیں کوتاہیٔ وقت کے باعث مجذوفی رہی۔

عرس شریف کی دیگر محافل کے علاوہ محفلِ مشاعرہ میں بھی مقامی حضرات کے علاوہ کراچی، سندھ، حیدرآباد، ملتان، پشاور، سرحد بلوچستان، راولپنڈی اور ہندوستان سے آئے ہوئے بے شمار مہمان صوفیا علما، شعراء حضرات نے پوری پوری دلچسپیوں کے ساتھ از ابتدا تا انتہا شرکت کی اور حضرتِ قبلہ تاج الاولیا ادام اللہ برکاتہم نے بنفسِ نفیس از اول تا آخر بتوجہاتِ خصوصی تشریف فرما رہ کر حاضرینِ محفل اور شعرائے کرام کی حوصلہ افزائی فرمائی۔

۱۴۔ مارچ ۵۵ء کو حسبِ ترتیب نظام العمل عرس مبارک کی محافل اختتام پذیر ہوئیں۔ مقامی اور غیر مقامی آئے ہوئے مہمان صوفیا، علماء، واعظین اور شعراء نیز دیگر اہلِ سلسلہ و غیر سلسلہ احباب اس داعی الی اللہ کے دربارِ گہربار میں دولتِ فیض و برکات سے یہ کہتے ہوئے رخصت ہوئے:

قطعہ

جہاں کو راہِ حقیقت دکھائی جاتی ہے
عطا کی شان عجب شان پائی جاتی ہے
نگاہِ خاص سے میخانۂ شکور میں بھی!
شرابِ معرفتِ حق پلائی جاتی ہے

(زیبا ناروی)

آہ!

یہ کیسے معلوم تھا کہ آج کا یہ عظیم ترین سالانہ اجتماع آپ کے لاتعداد عقیدتمنداں و مریداں، خلفاء و شعراء اور فقہا و علماً نیز حضرات سلسلہ و غیر سلسلہ حاضرین کے لئے "حضرت ممدوح" کے آخری دیدار کا بہانہ ہے

یقیناً

دنیا کا ہر نقش فنا پذیر ہے، دولتِ بقا اُن نفوسِ قدسیہ ہی کو ملتی ہے جن کی ہستی کی موج خدائے واجب الوجود کے اتھاہ سمندر میں فنا ہو جاتی ہے۔ جس طرح قطرہ دریا میں مل کر دریا ہو جاتا ہے، خاصانِ خدا بحرِ وحدت کی وہ آبدار و تابناک موجیں ہیں جو "حیّ و قیّوم" کے دائم الوجود سمندر میں مل کر ہمیشہ باقی رہیں گی۔

کس طرح تحریر میں لایا جائے کہ فیوض و برکات کا یہ سرچشمہ اور رشد و ہدایت کا یہ آفتاب بتاریخ ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۷۴ھ مطابق ۳۱ جولائی ۱۹۵۵ء بروز یکشنبہ وقتِ شام سات بجکر تیس منٹ پر غروب ہوگیا اور عیدِ قرباں کی مسرتیں شامِ غریباں میں تبدیل ہوگئیں:

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا (اقبالؒ)

حضرت والا کے سینکڑوں خلفا پاک و ہند میں سلسلۂ عالیہ کی خدمات بجا لانے میں مصروف ہیں اور یوں بفضلِ ایزد متلاشیانِ طالبانِ حق تا قیامت حضورؒ کے انوار و برکات سے روشنی حاصل کرتے رہیں گے۔

خبر دار

اللہ کے اولیاء مرتے نہیں، بلکہ ایک مکان سے دوسرے مکان میں منتقل ہو جاتے ہیں۔ (الحدیث)

ہرگز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بہ عشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما (حافظؒ)

حضرتِ ممدوح موصوف قدس سرہ السامی کے واصل باللہ ہونے کی اطلاع مقامی طور پر زبانی اور غیر مقامی طور پر پاک و ہند کے طول و عرض میں بذریعہ ٹیلیگرام فوراً کی گئی۔ خبر پھیلنے کی دیر تھی کہ ایک ہجوم بے پناہ بطورِ تعزیت دل گرفتہ و نم دیدہ آستانۂ شریف پر نظر آنے لگا۔ حسبِ مبارک کے قریب تمام شب آنے والے حضرات خوانی میں مصروف رہے دوسرے دن اعلان کے بموجب ۵ بجے شام کو غسل دیا گیا۔

عجیب واقعہ

تعزیت کے لئے آنے والوں کا بے پناہ ہجوم دیکھ کر یہ طے کیا گیا کہ رہائشی مکان کا صدر دروازہ بند کر لیا جائے، ایسا نہ ہو کہ غسل دینے کے وقت

کثیر تعداد میں لوگ والہانہ طور پر آ پہنچیں، صرف پانچ سات سلسلہ عالیہ کے مقتدر نفوس اندر رہے اور دروازہ بند کر دیا گیا۔ محض ان چند نفوس میں ایک صاحب اور بھی (جنہیں کوئی نہیں جانتا تھا) دراز قد، سرخ ریش، غسل دینے میں پیش پیش شامل رہے، عالم ان کا یہ رہا کہ وہ ہر کام کی تکمیل اس تعجیل سے خود کرتے رہے کہ باقی سب لوگ دیکھتے کے دیکھتے ہی رہ جاتے۔ غسل کے بعد تکفین عمل میں آئی اور دروازہ کھول دیا گیا۔ اس وقت سے آج تک پھر وہ صاحب نظر نہ آئے اور نہ یہ ہی پتہ چلا کہ آخر وہ تھے کون بزرگ۔ واللہ اعلم

نمازِ جنازہ

خانقاہ شریف کی حدود میں نمازِ جنازہ پڑھائی گئی۔ امام المفسرین حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری خطیب مسجد وزیر خاں، لاہور و صدر مرکزی جمعیت العلماء پاکستان نے امامت فرمائی۔ شمار کیا گیا کہ انیس ۱۹ صفیں نمازِ جنازہ میں قائم ہوئیں۔ ہر صف تقریباً ڈھائی سو افراد پر مشتمل تھی۔ اس کے بعد خانقاہ شریف میں آپؒ کے پسند فرمائے ہوئے مقام پر سپردِ خاک کیا گیا۔

مزارِ مبارک

آپؒ کا مزارِ مبارک بمقام (بستی جیون ہانہ) **گارڈن ٹاؤن** — فیروز پور روڈ لاہور میں زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔ ابتداءً ہر روز بعد نمازِ مغرب

کثیر تعداد میں زائرین آتے ہیں۔ منقبت، نعت شریف اور سلام پیش کرنے کے بعد فاتحہ خوانی معمول ہے۔

"سلام"

دو عالم میں پیارے۔ سلامٌ علیکم
رضاؒ کے دُلارے۔ سلامٌ علیکم

شکوری تجلیؒ جو تاروں نے دیکھی
فلک سے پُکارے سلامٌ علیکم

کرم ہو کرم یا شکورؒ اب کرم ہو
مکرّم ہمارے سلامٌ علیکم

تمہیں ہو تمہیں ہو سہارا ہمارا
ہمارے سہارے سلامٌ علیکم

بھکاری، تجلیؒ کے سب منتظر ہیں
عطا ہوں نظارے سلامٌ علیکم

کرم کے اشاروں کی حسرت ہے سبکو
ذرا ہوں اشارے سلامٌ علیکم

خدائی میں توحید و قرآن کے حامی
محمدؐ کے پیارے سلامٌ علیکم

حضوری میں جتنے بھی حاضر ہیں زیبا!
کہیں مل کے سارے سلامٌ علیکم

۴ اگست ۸۵ء (زیبا نادری)

دیگر

اکثر اوقات حسب ذیل سلام پیش کیا جاتا ہے :۔

السلام اے باصفا و باخدا
السلام اے جاں نثارِ مصطفےٰ
السلام اے رتبہ دانِ چار یارؓ
السلام اے راہِ حق کے شہ سوار
السلام اے تابعِ قرآنِ حق
السلام اے واقفِ عرفانِ حق
السلام اے باشریعت باخبر
السلام اے باطریقت با نظر
السلام اے پیروِ حکمِ نبیؐ
السلام اے آشنائے ہر ولیؒ
السلام اے قادری، چشتی، حسیں
السلام اے جلوۂ اسرارِ دیں
السلام اے جذبِ زنگِ بوالعلاءؒ
السلام اے منعمیؒ حسنِ ادا
السلام اے از جہانگیریؒ جمال
السلام اے باکمال و خوش مقال

السلام اے ذوق بخش حُسن ذوق
السلام اے حاصلِ صد ذوق و شوق
السلام اے رُوحِ بزمِ عاشقاں
السلام اے سالکِ روشن بیاں
السلام اے جوشِ موجِ معرفت
السلام اے شرحِ اوجِ معرفت
السلام اے ہم فقیروں کے رئیس
السلام اے ہم غریبوں کے انیس
السلام اے مرکزِ جذب و سرور
السلام اے مرشدی سیدی عبد الشکورؒ

السلام اے مُرشدِ ما السلام
السلام اے جانِ زیبا السلام

۹ اگست ۵۵ء
(زیبا ماروی)

تاریخی قطعات

تاریخِ وفات کے لئے اکثر شعرائے کرام نے طبع آزمائی فرمائی اور جو تاریخی

قطعے موصول ہو سکے ہیں، وہ درجِ ذیل ہیں :—

اثر : سیّد ولایت حسین آفتاب، اکبر آبادی

وہ جانشینِ جنابِ رضاؒ حضورِ شکورؒ — امامِ اہلِ یقین، تاجِ اولیائے زمیں
وہ صافِ باطن و صوفی ضمیر صاحبِ دل — وہ ایک مردِ حق آگاہ، رازِ حق کا امیں
اسی نے درسِ فنا فی الوجود دیکھے ہیں — بتا دیا کہ یہ ہیں رازہائے چرخِ بریں
نمازِ عید اشاروں سے پڑھ کے عید کے دن — بوقتِ شام ہوا عازمِ بہشت بریں
نثارِ شمع یہ ہوتے ہیں جیسے پروانے — ہیں لوگ اس کے جنازہ پہ صورتِ پروین
وصال پا کے نہاں زیرِ خاک ہوتا ہے — سنِ وفات لکھیں اس کا جو ہو مادۂ سبیں

وہ انعکاسِ شعاعِ رضاؒ کہ مرکزِ جود

۱۹۵۵ء

وہ آفتاب، ہدایت نما، چراغِ یقیں

۱۳۷۴ ھ مسلم

اثر : میر رومیؔ لکھنوی، قائلی شکوری، قادری (از کراچی)

اے شمعِ بزمِ کون و مکاں، تاج الاولیاؒ — فخرِ زمین و فخرِ زماں تاج الاولیاؒ
اے صد بہارِ گلشنِ فردوسِ قادریؒ — ہیں بوالعلاؒ کے سروِ رواں تاج الاولیاؒ

سلطانِ سالکینؒ ہو سلطانِ عارفینؒ | ہو اہلِ معرفت کا نشاں تاج الاولیاؒ
ذی جاہ و ذی جلالت و ذی شان و ذی شرف | صورت سے نورِ غوث عیاں تاج الاولیاؒ

سالِ وصالِ رومی یہ ہاتف نے کہہ دیا
شاہ، شکور شاہ جہاں تاج الاولیاء

صلعم ۱۳۷۴ ھ

اثر : ابراھیم راحت دہرہ دونی

۱۔ ارتحالِ عبدالشکور صاحب

۱۳۷۴ ہجری صلعم

۲۔ تربتِ قطبِ دوراں

۱۳۷۴ ہجری صلعم

قطعہ

جانشیں شاہِ رضاؒ کے بالیقیں
خلق میں مشہور تھے نزدیک و دور
تم لکھو راحت یہ تاریخِ وصال
قطبِ عالم تھے میاں عبدالشکور

۱۳۷۴ ھ

اثر : سہیل شکوری (زیبائی)

پیرِ کامل ، ماہِ تابانِ رضاؒ	وہ درخشاں مہرِ عرفانِ رضاؒ
آسمانِ معرفت کا آفتاب	خلد میں ہے آج مہمانِ رضاؒ
راہِ تسلیم و رضا کا ماہتاب	ساقیٔ میخانہ عرفانِ رضاؒ
پیرِ کامل ، پیر کی شب چل بسا	پیکرِ عہد و وفا ، جانِ رضاؒ
دسویں ذی الحجہ کو بوقتِ عین شام	چھپ گیا خورشیدِ تابانِ رضاؒ
عیدِ قرباں ہائے یہ کیسا الم	ماتمی ہے آہ ایوانِ رضاؒ

سالِ غم آغوشِ رحمت ہے سہیلؔ

۱۹۵۵ء

خلد میں ہیں آج مہمانِ رضاؒ

اثر : حکیم شگفتہ کان پوری

طالب الواصلین کا روضہ	سید السالکین کا روضہ
چشمۂ فیض کا ہے سر چشمہ	اکمل الکاملین کا روضہ
رہبرِ راہِ منزلِ عرفاں	سید العارفین کا روضہ

بن گیا جلوہ گاہِ شاہِ رضاؒ — عارفِ حق نشین کا روضہ
ہاں یہ ہے حضرتِ شکوریؒ میں — ہے یہی شمعِ دین کا روضہ
شیفتہ کوئی بھول سکتا ہے — راحت العاشقین کا روضہ

بر سرِ فرش مظہرِ برکات
قطب العالمین کا روضہ

۱۳۷۴ھ

اثر : غیاث الدین شیدا جہانگیری (نصیر آبادی)

وہ تاج الاولیاؒ، شاہِ ولایت، نیرِ تاباں
شہِ عبدالشکور، اک پیرِ کامل، حاملِ عرفاں
جسے روحانیت میں اک مقامِ خاص حاصل تھا
جو ہر ساعت خدا کی رحمتوں کے ساتھ واصل تھا
وہ جس کے رات دن تبلیغِ دینِ حق میں گذرے ہیں
وہ جس کی شان کے افلاک پر اُلٹے پھریرے ہیں
وہ جس کو ہر قدم پر پاس تھا دینِ شریعت کا
وہ جس پر منکشف تھا رازِ سربستہ طریقت کا
وہ جس نے ہر قدم پر آدمی کو دی حیاتِ نو
حقیقت، معرفت کے جس نے سمجھائے نکاتِ نو

وہ جس نے گلستانِ بوالعلاء کی آبیاری کی
وہ جس نے پھر سے کر دی یاد تازہ دورِ ماضی کی
وہ جس نے میکشوں کو بخش دی کیفیتِ عرفاں
وہ جس نے آدمیت کو عطا کی دولتِ ایماں
وہ جس کے فیضِ روحانی سے اک عرفانیت پھیلی
وہ جس سے ہند و پاکستان میں روحانیت پھیلی
وہ انسانِ مکمّل، پیکرِ صدق و صفا شیدا
کہ جس کو دیکھ کر دل میں سرور و کیف ہو پیدا

وہ تھا ذی الحجہ کی دس تاریخ کو بیچین خلوت میں
خدا نے اس کو فوراً لے لیا آغوشِ رحمت میں

۱۹۵۵ء

اثرؔ : صدّیق احمد لکھنوی بھوسہ منڈی امین آباد لکھنؤ

جن کے چہرے سے صفاتِ ملکوتی ظاہر
جن کے جلوے تھے جمالِ احدی کی تصویر
جن کے عادات و خصائل تھے رضا کارانہ
جن کے اخلاق کی ملتی نہیں دنیا میں نظیر
ہر قدم منزلِ وحدت کی حدوں تک محدود
ہر نظر زلفِ شریعت کے کرشموں میں اسیر
ہر نفس پیرِ طریقت کی ولا سے مملو
ہر صدا دل کی، نوا سنجِ خیالاتِ منیر
ان کے اقوال کی قدروں کا تعین مشکل
ان کے افعالِ گرامی سے دو عالم تسخیر

ان کی نظروں کے اشاروں سے حقائق روشن — ان کے الفاظ حدیثوں کی مرصّع تفسیر
ان کے لمحات سے آئینۂ گیتی پُرنور — ان کے وجدان سے مسحور صغیر اور کبیر
سیکڑوں طالبِ عرفاں نے وہ دولت پائی — فیض سے جس کے درخشاں ہوا انجمِ تقدیر
ان کا ہر نقشِ قدم آئینہ دارِ منزل — منہ سے نکلی ہوئی ہر بات تھی پتھر کی لکیر
بے شمار ان کے مریدوں میں ہیں ایسے انجم — بننے والے ہیں جو خورشیدِ فلک بدرِ منیر
ان کی دہلیز پہ دیوانے بھی فرزانے بھی — ان کے دربار میں یکساں ہیں امیر و فقیر
ساغرِ وصل سے مسرور ہوئے عبدِ شکور — ان کو حاصل ہوا دیدارِ خداوندِ قدیر
ان کی بخشش کی دعا کوئی کرے یا نہ کرے — میرے ایقان میں جنت ہے انہی کی جاگیر
ان کی رحلت کا تصور بھی گراں تھا صدیق — کیوں نہ اس حادثۂ غم سے ہو دنیا دلگیر
آرزو ہے کہ اسی طرح رؤفِ نیّر — بزمِ ہستی میں رہیں بااثر و باتوقیر

فکرِ تاریخ جو کی ہاتفِ غیبی نے کہا
چشمِ ظاہر سے نہاں ہوگئی روشن تحریر

۱۳۷۴ھ

اثر حضرت مولانا ضیاء القادری بدایونی دامت برکاتہم از کراچی

بامرِ خدا شاہ عبد الشکور — ز آفاق چوں مائلِ خلد شد
ملک گفت سالِ وصالش ضیا — ولیِ جہاں داخلِ خلد شد

۱۳۷۴ ہجری

دیگر

فخرِ ذاتِ کبریا عبد الشکور — جان نثارِ مصطفےٰ عبد الشکور
نوبہارِ چار یار و پنجتن — نونہالِ مرتضےٰ عبد الشکور
رونقِ سجادۂ اقلیمِ عشق — تاجدارِ اصفیا عبد الشکور
سرگروہِ مجلسِ اہلِ طریق — صدرِ بزمِ اولیا عبد الشکور
مردِ مومن زاہدِ شب زندہ دار — متقی و پارسا عبد الشکور
بوالعلائی و نظامی ، قادری — شیخِ اربابِ صفا عبد الشکور
وا دریغا عازمِ جنت ہوئے — دلبرِ خیر الورا عبد الشکور ×
ہیں مشائخ ان کے غم میں اشکبار — ہیں مریدوں سے جدا عبد الشکور ×
وقفِ غم اہلِ عقیدت ہیں تمام — چل بسے شاہِ ہدیٰ عبد الشکور
ہے گزر اپنا وہاں تک اب محال — ہیں جہاں جلوہ نما عبد الشکور
جنت الفردوس میں ہیں میہماں — ہیں حقائق آشنا عبد الشکور

اے ضیا مرحوم کی سالِ وصال
کہیے: "جانِ خدا عبد الشکور"

۱۳۷۴ ہجری صلعم

دیگر

پیرِ زماں قطبِ جہاں شیخ ہدا عبدالشکور! — سردارِ بزمِ اولیا تھے دورِ حاضر میں حضور

ہو کر فنا فی الذات حق واصل الی اللہ ہو گئے! — ہیں ان کے دردِ ہجر سے مغموم اربابِ شعور

کل ان کی ذاتِ پاک سے تھی اک خدائی فیض یاب — صد حیف آج ان کے لئے ہر قلبِ دل ہے ناصبور

قربِ نبیؐ بعد فنا جنت میں حاصل ہے انہیں — مرقد پہ ان کے سائباں ہے رحمتِ ربِ غفور

مخدوم حق آگاہ کی تاریخِ رحلت لکھ ضیا

شیخ حبیب العارفین — مخدومنا عبدالشکور

۱۳۷۴ھ — ۱۳۷۴ھ

دیگر

شیخ عبدالشکور چوں زجہاں

کرد رحلت بسوئے باغِ ارم!

ہاتف از من ضیا سنِ وصلش

گفت "امیر المشائخ عالم"

۱۳۷۴ھ

دیگر

مائل بہ انقلاب ہے عہدِ رواں کا حال — دنیا سے اٹھتے جاتے ہیں اخیارِ باکمال
خواجہ حسنؒ کی موت ہی کیا کم تھی حشر خیز — یہ دوسرا ہے حادثۂ پُر غم و ملال!
عبدالشکور شیخِ طریقت بھی چل بسے — ہے آپ کا بھی ہوش ربا سانحہ وصال
تھے آپ اس زمانے کے سرتاج اصفیا — اہلِ صفا میں آپ تھے اک پیرِ بے مثال
پروردگار آپ کو جنت کرے نصیب — بے پردہ دیکھیں خلد میں انوارِ ذوالجلال

مرحوم کے وصال کی تحریر کر ضیا!
عبدالشکور پیرِ مکرّم بزرگ سال

۱۳۷۴ ھ

اثر: سیف الرحمٰن، فدا، الملک عرشیؔ اجمیری شکوری (بمبئی)

آج چاروں طرف اندھیرا ہے — ہوگئی شمعِ معرفت خاموش
ساقیٔ میکدہ کی فرقت میں — پیکرِ رنج و غم ہے ہر مے نوش
شاہ عبدالشکورؒ رہبرِ دیں — مردِ آگاہ، سالکِ باہوش
ہوگئے چشمِ ظاہری سے نہاں — کیوں نہ دل سے اٹھے صدائے خروش
دسویں ذی الحجہ تھی روزِ یکشنبہ — جامِ وصلِ خدا کیا جب نوش!
مظہرِ سالِ شمسی و قمری — ہر طرف سے یہی صدائے سروش

"کہہ دو تاریخِ وصل اب عرشیؔ"

۱۹۵۵ ء

مہرِ عرفانِ رب ہوا روپوش

۱۳۷۴ ھ

اثر: قمر

سِرّ وادخلی جنتی

۱۳۷۴ھ

۲ کا عبدالشکور شاہ قدس سرہ

۱۳۷۴ھ

قطعہ

شہِ عبدالشکور، قدوۂ دیں — رئیسِ قادریہ و اہلِ چشت ہوئے!
سنِ وصال کا مجھ کو ہوا جو خیال — ندا یہ آئی "وہ داخلِ بہشت ہوئے"

۱۳۷۴ھ

اثر: مولانا نشتر مقتدری، سکندرآبادی (کراچی)

مسند نشینِ شاہِ رضا کے وصال سے — آنکھیں ہیں اشک ریز تو دل ناصبور آج
[illegible] — ہر ردِ فرطِ غم سے ہے یوم النشور آج
[illegible] — پروانے سب ہیں خاک بسر قرب دُور آج
ہر سمت طالبانِ حقیقت ہیں تشنہ کام — مطلوبِ حق ہے اپنے خدا کے حضور آج

نشتر تھی فکرِ سال کہ ہاتف نے دی صدا
لکھ دے "مقامِ خلد ہے جائے شکور آج"

۱۳۷۴ھ

دیگر

روئے پرنور، صفا قلب، تبسم برلب — جب جہاں سے ہوئے رخصت بایں تصویر شکور
پے تاریخ، محبت سے پکارا، رضواں — باغ فردوس ہے آجا تری جاگیر شکور

۱۳۷۴ھ

دیگر

دارِ فانی سے ہوئے رخصت شہِ عبدالشکور — خوں فشاں ہے ان کے غم میں آنکھ ہر اک دل حزیں
فکر تھی نشتر کہ لکھوں ان کی تاریخ وصال
ہاتفِ غیبی نے دی آواز داغِ شاہِ دیں

۱۳۷۴

دیگر

وہ عبدالشکورِ عزیزِ رضا شاہؒ — جو تھے کل جہانِ طریقت پہ چھائے
لکھی ہاں ان کی نشتر نے تاریخِ رحلت — چراغِ طریقت بجھا آج ہائے

۱۹۵۵ء

دیگر

بسوئے فردوس جانشینِ شہِ رضاؒ جو گئے جہاں سے
انہیں شہیدِ رضائے حق یا حبیبِ ربِّ غفور کہدے
ہوئی جو یہ فکر مجھ کو نشتر کہ سالِ ترحیل ان کا لکھوں
ندا یہ ہاتف نے غیب سے دی : ولیِ آخر شکور کہدے

۱۳۷۴ھ

دیگر

وہ عارفِ باللہ وہ محبوبِ جہانگیر
جس ذات سے قائم تھیں طریقت کی روایات
وہ شانِ شہنشاہِ رضا جس سے تھی باقی
وہ جس سے کہ حل ہوتی تھیں دنیا کی مہمات
وہ جس کا کہ اخلاق میں ثانی نہ تھا کوئی
وہ جس کی کہ اخلاص میں ڈوبی ہوئی ہر بات
وہ ذات جو مظہر تھی مسیحا نفسی کی
وہ جس کی نگاہوں میں ملیں لاکھ کرامات
وہ راہبرِ منزلِ حق، خضرِ طریقت
وہ دیں کی اشاعت میں لٹے جس کے سب اوقات!
وہ جس عشق کی اک شمعِ منوّر
وہ بارگہِ حسن میں عالی درجات
وہ فیض جس کے ہوا سیراب زمانہ
وہ جس کی ہیں دنیا کی زبانوں پہ حکایات
وہ چھوڑ گیا اپنے غلاموں کو خدا پر
وہ لے گیا ساتھ اپنے فیوض و برکات
القصہ جو لشتر تھا فدا حسن رضا پر
میدانِ رضا میں ہوا، قربانِ رضا رات

۱۹۵۵ء

دیگر

جب گئے دنیائے فانی سے سوئے خلدِ بریں
جانشینِ حضرتِ شاہ رضا عبدالشکور

عالمِ عرفانیت میں حشر برپا ہو گیا
بچھ گئی اقصائے عالم میں صفِ غم قرب و دور

عارف باللہ وہ اک مردِ مومن حق شناس
ظاہر و باطن رہا جو اپنے خالق کے حضور

وہ کہ جس کے زہد کی ملتی نہیں کوئی مثال
وہ جسے حق سے ملا راہِ حقیقت کا شعور

فقر پر جس کے امارت کے جبیں خم ہو گئی
خاکساری پہ فدا جس کے وجاہت کا غرور

خلق شیوہ جس کا تسلیم و رضا جس کا شعار
جس کا دل دنیا میں رہ کر رسمِ دنیا سے نفور

جو توکل کا دھنی جس کی ریاضت بے عدیل
جو ہر ساعت اسیرِ وحدتِ ربِ غفور

جس کا ہر اک سانس ذاکر حق نگر جس کی نظر
جس کی نظر دل کا تماشا سیرِ یوم النشور

جس کے تھے جذباتِ صادق اک مثالِ بے مثیل
جس کے بالاتر دماغ و عقل بے کیف و سرور

جس کے سینے میں رموزِ معرفت طوفاں بکف
جلوہ ہائے قدس کا آنکھوں میں جس کی حسن و نور

جس کے لب کی جنبشوں میں سینکڑوں اعجاز تھے
جس کے رخ سے سر بسر حسنِ حقیقت کا ظہور

جس کا اک اک لمحہ تھا ذکرِ خدا میں صرفِ وقت
مشکلاتِ دہر میں دل جس کا ہر عالم صبور

طبع جس کی ملتفت تبلیغ عالم کی طرف
مدح خواں جس کے ملائک قدسی و حور و قصور

ایک انسانِ مکمل جس کو کہیے یہ وہ ذات
عالمِ حقانیت میں جس کو حد درجہ عبور

اک نظر جس کی بنا دیتی تھی اہلِ معرفت
ہر ادا سے جس کی ہو جاتا تھا عرفاں کا ظہور

جس کی ہر انساں کے حق میں دعائیں کارگر
اک نظر میں جس کے مٹتی تھی کدورت دل سے دور

ایک عالم اس کے در سے فیض پائے کامراں
جنبشِ ہر لب سے ہو جاتے تھے حل مشکل امور

صاف باطن، پاک طینت، نیک سیرت، خوش نظر
اس کے ہر اک وصف سے ملتا تھا اک کیف و سرور

جس کے میخانے کے میکش ہوش کے سرمایہ دار
جس کے شیشوں میں بھری رہتی تھی صہبائے طہور

جس کے دیوانے بنا باتوں میں جنت در کنار
جس کے مستانوں کے دل عشقِ خدا میں چور چور

وہ فیوض اس کے وہ اس کی لاتعداد اوصاف آج
کس سے جا کر مانگ لائیں جب نہیں آتا شعور

الغرض وہ ذاتِ اقدس حاملِ اسرارِ حق
مختصر یہ وہ عزیزِ خاطرِ ربِ غفور

راہِ حق میں مٹ کے پائی اس نے عمرِ جاوداں
بار پایا اس نے آخر اپنے خالق کے حضور

فکر تھی تاریخ کی نشتر کہ ہاتف دفعتاً
بول اٹھا لکھ بھی دے "آغوشِ رحمت" بے قصور

۱۹۵۵ء

چہلم شریف

آپ کے چہلم شریف کے موقعہ پر ۸ر تا ۱۳ر ستمبر ۱۹۵۵ء محافل کا سلسلہ اعلیٰ پیمانے پر جاری رہا۔ دریں اثنا بتاریخ ۱۰ر ستمبر ۵۵ء

محفلِ مشاعرہ حسبِ ذیل مصاریع پر ترتیب دی گئی:

مصرعِ طرح برائے منقبت شریف:

ادائے شاہِ رضا صورتِ شکور میں ہے

صورت، رحلت ۔ قوافی ـــــ شکور میں ہے ردیف وغیرہ

مصرعہ طرح برائے نشستِ دیگر :

"ہم ان کی جلوہ گاہِ ناز میں نذرانہ لائے ہیں"

نذرانہ، افسانہ، قوافی ـــ لائے ہیں ردیف وغیرہ۔

مقتدر شعرائے کرام نے ہر دو مصاریع پر جو گہر فشانیاں فرمائیں وہ درج ذیل ہیں :ـــ

نشستِ منقبت

سید ولایت حسین آفتاب اکبرآبادی

کلام کس کو یہاں عظمتِ شکورؒ میں ہے
سخن میں حسن مگر رحلتِ شکورؒ میں ہے

صلائے عام ہے اہلِ نظر کو دیکھ تو لیں !
جمالِ شاہِ رضا صورتِ شکورؒ میں ہے

بشکلِ ابرِ کرم، فیض عام تھا ان کا
وجودِ جود و سخا فطرتِ شکورؒ میں ہے

یہیں سے دین بھی ملتا ہے سب کو دنیا بھی
کمی کسی کی کہاں دولتِ شکورؒ میں ہے

اسے نصیب یہ ملتا ہے جس نے سمجھا ہے
ریاضِ خلد بریں الفتِ شکورؒ میں ہے

نمازِ عشق ادا ہو رہی ہے بے سجدہ
سلام اپنا بھی خدمتِ شکورؒ میں ہے

تم آفتاب سے پوچھو کہ ہے یہ کس کی ثنا
قلم یہ کس کا رواں مدحتِ شکورؒ میں ہے

سیّد محمد اکرم شاہ اکرامؔ زیبائی (منگٹانوالہ، شیخوپورہ)

نگاہ محو مری طلعتِ شکورؒ میں ہے — زبانِ شوق رواں مدحتِ شکورؒ میں ہے
ازل سے الفتِ شاہِ شکورؒ ہے دل کو — ازل سے ذوقِ نظر حسرتِ شکورؒ میں ہے
وہ سر ہے خم جو ہوا اُن کے آستانے پر — وہ دل ہے جو نظرِ رحمتِ شکورؒ میں ہے
شکوہِ قیصر و کسریٰ ہے اس کے قدموں پر — غریب جو بھی درِ دولتِ شکورؒ میں ہے
نگاہِ قلب و جگر ماسویٰ سے ہے فارغ — نگاہِ قلب و جگر فرقتِ شکورؒ میں ہے
خوشا نصیب کہ ان پر نثار میں نے کیا — ہر اعتماد سے دل قدرتِ شکورؒ میں ہے
ضیائے شمس و قمر کیا نظر میں ہم لائیں — نگاہ جلوہ گہِ حضرتِ شکورؒ میں ہے
شکورِ شاہ رضا شاہؒ کا ہیں آئینہ — ادائے شاہِ رضاؒ صورتِ شکورؒ میں ہے

فزوں ہے طولِ قیامت سے مجھ کو اے اکرامؔ
نفس نفس جو مرا فرقتِ شکورؒ میں ہے

بیدلؔ رالی پوری تلمیذ ابرؔ گنوری (دھرم پورہ، لاہور)

ضیائے شاہِ رضاؒ طلعتِ شکورؒ میں ہے — رضائے شاہِ رضاؒ الفتِ شکورؒ میں ہے
نظر یہ کس کی نظر آئی ان کی صورت میں — مری نگاہ بھی گم عظمتِ شکورؒ میں ہے
اسی کا حال ہے بہتر جہانِ ہستی میں — کہ جس کا حال بُرا فرقتِ شکورؒ میں ہے

خوشی ہو بیدلؔ مر نہاں جس میں وہ خوشی کا دل
ہمیں نصیب کہاں فرقتِ شکورؒ میں ہے

محمد طہیر برق فرخ آبادی (زیبائی) گارڈن ٹاؤن، لاہور

یہ لطفِ خاص فقط رحمتِ شکورؒ میں ہے
تسلیوں کی جھلک نزہتِ شکورؒ میں ہے

اسی جگہ مری دیوانگی ہے ہوش مرا
مرے جنوں کی بھی حد وسعتِ شکورؒ میں ہے

تصرفاتِ حقیقت کا آئینہ ہیں حضور
ادائے شاہِ رضا صورتِ شکورؒ میں ہے

ہماری روح مقید ہے دامِ الفت میں
کہیں مقیم رہے خدمتِ شکورؒ میں ہے

حقیقتوں سے ہے پُر درسِ معرفت کا پیام
متاعِ علم و عمل دعوتِ شکورؒ میں ہے

مرا خیال ہے محوِ تفکراتِ حیات
سکونِ قلب مگر طاعتِ شکورؒ میں ہے

رہوں گا روزِ قیامت بھی ان کے سایہ میں
مری جزا و سزا طاقتِ شکورؒ میں ہے

پتہ چلا یہ زمانے کے ساتھ ساتھ مجھے
نظامِ رحم و کرم قدرتِ شکورؒ میں ہے

یہ برقؔ میری عقیدت ہے میں سمجھتا ہوں
رہِ نجات مری نسبتِ شکورؒ میں ہے

جمعدار محمد علی جامؔ (زیبائی) راولپنڈی

سکون مجھ کو بہت قربتِ شکورؒ میں ہے
ادائے شاہِ رضاؒ صورتِ شکورؒ میں ہے

نگاہ دیکھ سکے کس کی چہرۂ تاباں
جلالِ حسنِ نبیؐ صورتِ شکورؒ میں ہے

ہوئی جو فکر، کہاں ہے تجلیٔ عرفاں
صدا یہ آئی نہاں صورتِ شکورؒ میں ہے

نظر اٹھا کے ذرا دیکھ جامؔ اُس جانب
عروجِ حسن ادا، صورتِ شکورؒ میں ہے

میر رومی، لکھنوی، قائلی شکوری، قادری (کراچی)

فروغِ نورِ خدا، صورتِ شکورؒ میں ہے — کہ اسوۂ حسنہ سیرتِ شکورؒ میں ہے
جمالِ حضرتِ یوسفؑ کمالِ خضرؑ و مسیحؑ — مثالِ خلقِ نبیؐ عظمتِ شکورؒ میں ہے
بشانِ غوثِ زماں دستگیریِ عالم — یہ وصف، نامِ خدا سطوتِ شکورؒ میں ہے
امامِ مسندِ عرفان و شاہِ ملکِ ولا — مقامِ کشورِ دیں طاعتِ شکورؒ میں ہے
رہے گی اہلِ صفا میں جو تا ابد قائم — وہ نسبتِ ازلی نسبتِ شکورؒ میں ہے
امینِ رازِ ازل ہے زہے سعادتِ حق — وہ ملی جو بارگہِ حضرتِ شکورؒ میں ہے

عطا کیا شہِ قائل نے مجھ کو اے رومی
وہ فیض جو کہ درِ نعمتِ شکورؒ میں ہے

ابراہیم راحت، دہرہ دونی (نسبت روڈ، لاہور)

ادائے شاہِ رضاؒ صورتِ شکورؒ میں ہے — ضیائے شاہِ رضاؒ زینتِ شکورؒ میں ہے
سکونِ قلب ہے مضمر انہی نگاہوں میں — غضب کا حسنِ بیاں مدحتِ شکورؒ میں ہے
فقیر آئے اور آ کے بادشاہ بنے — عجیب فیضِ ادا فطرتِ شکورؒ میں ہے
جسے بھی کہہ دیا جیسا وہ سرفراز ہوا — عجیب رنگِ اثر شفقتِ شکورؒ میں ہے

شکورؒ شاہ کی عظمت تو دیکھئے راحت
ہر ایک شخص یہاں خدمتِ شکورؒ میں ہے

زرّیںؔ شکوری اجمیری

عطائے جود و سخا حضرتِ شکورؒ میں ہے
سکون، دل کو مرے الفتِ شکورؒ میں ہے

پھر دل جہان میں کیوں آج ٹھوکریں کھاتا
ازل سے ہاتھ مرا بیعتِ شکورؒ میں ہے

غمِ فراق نے کیا کیا نہ مجھ کو تنگ کیا
عجیب حالتِ دل فرقتِ شکورؒ میں ہے

بھروسہ ہے مجھے بخشش کا حشر میں زرّیںؔ
کہ راہِ باغِ جناں طاعتِ شکورؒ میں ہے

زیباؔ ناروی مہتمم مشاعرہ

زہے مذاقِ نظر حسرتِ شکورؒ میں ہے
خوشا جنونِ طلب الفتِ شکورؒ میں ہے

خدا کرے کہ یہ قربت فزودل ہو اور فزوں
مجھے تو عینِ سکوں قربتِ شکورؒ میں ہے

باحترام تصور میں ہے نظر ساکت
خموش دل کی زباں مدحتِ شکورؒ میں ہے

ازل سے جو ہے عبادت بنامِ شاہِ رضا
وہی مذاقِ طلب حضرتِ شکورؒ میں ہے

اُسے نہ ذرہ سمجھ اے نگاہِ چشمِ فلک
وہ آفتاب ہے جو خدمتِ شکورؒ میں ہے

ہوا جو صرف جہاں تاج الاولیاؒ کا عطا
صدا یہ غیب نے دی قسمتِ شکورؒ ہی میں ہے

ہوئی تلاشِ تجلّی جو دل کو اے زیباؔ
مری نظر نے کہا حضرتِ شکورؒ میں ہے

عبداللطیف سالکؔ شکوری (زیبائی)

ملتان شاہی، چک ۱۴۸/۱۰-آر
(ملتان)

عجیب حسن نہاں رفعتِ شکورؒ میں ہے / جمالِ کون و مکاں صورتِ شکورؒ میں ہے
عجیب جلوہ نظر آ رہا ہے آنکھوں کو! / ادائے شاہِ رضا صورتِ شکورؒ میں ہے
نظر نظر کو نظر آیا اک نیا عالم / ادا ادا کی ادا الفتِ شکورؒ میں ہے
کوئی پڑھے تو ذرا مصحفِ حیاتِ شکورؒ / بیانِ شاہِ رضاؒ سیرتِ شکورؒ میں ہے
ستارے دیکھ کے بیتاب ہیں سرِ گردِ دل / عجیب رنگ مرا فرقتِ شکورؒ میں ہے

یہاں ہے پست نظر کا گزر کہاں سالکؔ
بلند حوصلہ دل، خدمتِ شکورؒ میں ہے

سید شہاب الدین سہیلؔ (زیبائی) شکوری، قادری (واہ کینٹ)

ادائے شاہِ رضاؒ سیرتِ شکورؒ میں ہے / عجیب جلال نہاں طلعتِ شکورؒ میں ہے
نبیؐ کو راضی کیا جیسے رضا ہوئے راضی / رضائے شاہِ رضا الفتِ شکورؒ میں ہے
طلب سے بھی ہیں زیادہ نوازشیں ان کی / وفورِ لطف و عطا فطرتِ شکورؒ میں ہے
عطائے جود و سخا ہے مرے حضور کی ذات / عطائے جود و سخا حضرتِ شکورؒ میں ہے
عذابِ قبر کا کھٹکا نہ خوف دوزخ کا / فلاح میری نہاں حضرتِ شکورؒ میں ہے
کرم ہے آپ کا جو دل مرا کیا آباد / کمالِ لطف و کرم رحمتِ شکورؒ میں ہے
سر اپنے آگے جھکاتے ہیں کج کلاہوں کے / کچھ ایسی ہیبتِ حق عظمتِ شکورؒ میں ہے

عیاں ہے فیضِ جہانگیریہؒ کی خاص ادا — جمالِ شاہِ رضاؒ سیرتِ شکورؒ میں ہے
چڑھایا رنگِ طریقت کا آپ نے ہم پر — نہ پوچھیے جو سبق نسبتِ شکورؒ میں ہے
فنا میں رنگِ بقا تھا کہیں جو ان کو ہوا حاصل — جو مستِ صبح و مسا الفتِ شکورؒ میں ہے
جسے کہیں نہ ملا ہو سکوں آئے یہاں — سکونِ اہلِ طلب دعوتِ شکورؒ میں ہے
ڈریں گے حشر میں کیوں کشتگانِ شاہ شکورؒ — نجات ان کے لئے بیعتِ شکورؒ میں ہے

سہیلؔ جس پہ نظر کی وہ ہو گیا کامل
وہ پائیدار اثر حضرتِ شکورؒ میں ہے

شبیر احمد شفقؔ، ڈیرہ دون (دفتر سروے آف پاکستان، کوہ مری)

ادائے شاہِ رضاؒ صورتِ شکورؒ میں ہے — رضائے حق کی جھلک طینتِ شکورؒ میں ہے
کسے جتائیں سنے کون اور کس سے کہیں — جو اپنا حالِ زبوں فرقتِ شکورؒ میں ہے
جو اہلِ سلسلہ ہیں اہلِ دل وہ ہیں واقف — رموزِ سرِ خفی، قربتِ شکورؒ میں ہے
تڑپ رہے ہیں مریدانِ با عقیدت سب — سکوں نصیب کسے فرقتِ شکورؒ میں ہے

جہانِ بزمِ حقیقت میں اے شفقؔ دیکھو
زبانِ اہلِ یقیں مدحتِ شکورؒ میں ہے

محمد شریف شریفؔ لاہوری (زیبائی)

قرارِ دل نظرِ رحمتِ شکورؒ میں ہے — نہ پوچھیے جو سکوں صحبتِ شکورؒ میں ہے
شکورِ شاہ رضا شاہؒ کی تجلی ہیں — ادائے شاہِ رضاؒ صورتِ شکورؒ میں ہے

سرور و جذب میں ہے غرق پی دل میرا — عجیب کیف مئے الفتِ شکورؒ میں ہے

خدا گواہ نہیں مہر و ماہ میں دیکھی — جو آب و تاب یہاں طلعتِ شکورؒ میں ہے

اسے نمائشِ کونین سے غرض کیا ہو؟

شریفؔ بارگہِ حضرتِ شکورؒ میں ہے

شادؔ الہ آبادی (نئی انارکلی، لاہور)

جہانِ دین و سیاست خدمتِ شکورؒ میں ہے — متاعِ کون و مکاں دولتِ شکورؒ میں ہے

بغور دیکھئے روشن ہیں زندگی کے چراغ — ضیائے حسنِ ازل صورتِ شکورؒ میں ہے

جہانِ غم میں بھی حاصل ہے زندگی کو سکوں — یہ التفاتِ کرم الفتِ شکورؒ میں ہے

زمانہ لاکھ گریزاں سہی مگر شادؔ

وہ خوش نصیب ہے جو قربتِ شکورؒ میں ہے

غیاث الدین جہانگیری شیداؔ نصیر آبادی (کراچی)

رضائے شاہ کی طلعتِ شکورؒ میں ہے — ادائے شاہِ رضا صورتِ شکورؒ میں ہے

یقیں کی آنکھ سے یا میری آنکھ سے دیکھو — جو وصفِ خاص مرے حضرتِ شکورؒ میں ہے

کوئی یہ رہروِ راہِ طلب کو سمجھائے — رضائے حق تو یہاں نسبتِ شکورؒ میں ہے

ہر ایک میکدہ اپنی جگہ ہے خوب مگر — مزا کچھ اور مئے الفتِ شکورؒ میں ہے

کرشمہ سازیٔ چشمِ شکور کیا کہنا — تمام جلوۂ حق صورتِ شکورؒ میں ہے

نہ خم نہ جام نہ مینا نہ بادہ و ساغر — کچھ اور شے ہے جو کیفیتِ شکورؒ میں ہے

شکورؒ کا جو ہُوا وہ خدا کا ہو کے رہا — خدا کی دین بھی تو رغبتِ شکورؒ میں ہے

تجھے سب اہلِ نظر کہہ رہے ہیں اے شیدا!
شکورؒ تجھ میں ہے تو صورتِ شکورؒ میں ہے

سید صفدر علی شاہ صفدر شکوری (زیبائی)

حیات تجھ مری الفتِ شکورؒ میں ہے — نگاہ جاذب مری صورتِ شکورؒ میں ہے
نہ پوچھئے جو مزا مل رہا ہے دل کو مرے — عجیب میٹھی جلن حسرتِ شکورؒ میں ہے
تمام عمر گزاروں میں شاد اس در پہ — سرِ نیاز جو خم الفتِ شکورؒ میں ہے
جنون، آہ، بکا، درد، اضطراب، فغاں — عجیب حال مرا فرقتِ شکورؒ میں ہے
نہ پوچھئے کہ مرا مقصدِ حیات ہے کیا — حیات میری نہاں صورتِ شکورؒ میں ہے
تواضعات، عطا، علم اور حق گوئی — یہ ساری شان نہاں سیرتِ شکورؒ میں ہے

کہاں یہ تاب کہ صفدر بیان عالی ہو
زبان لال مری مدحتِ شکورؒ میں ہے

محمد رفیق صہبا شکوری قادری (زیبائی) ترپانگ ٹی

کمالِ اوجِ عجب رفعتِ شکورؒ میں ہے — وہ بات کیا جو نہیں قدرتِ شکورؒ میں ہے
سکونِ قلب و جگر الفتِ شکورؒ میں ہے — نشاطِ روح مجھے قربتِ شکورؒ میں ہے
عجیب جاہ و حشم عظمتِ شکورؒ میں ہے — جمالِ صبر و رضا صورتِ شکورؒ میں ہے
نرالی شانِ ادا قامتِ شکورؒ میں ہے — ضیائے حسنِ رضا صورتِ شکورؒ میں ہے

بہ مصلحت ہے دلِ زار مطمئن، ہمدم
نہیں تو چین کسے فرقتِ شکورؒ میں ہے

ادھر تو اہلِ بصیرت ذرا نظر ڈالیں
جمالِ ہوش ربا خلوتِ شکورؒ میں ہے

یہ مانا ہو نہ سکی مجھ سے منقبت صہبا
مری زبان مگر مدحتِ شکورؒ میں ہے

مولانا ضیاء القادری بدایونی (دامت برکاتہم) از کراچی

جمالِ مہرِ نجف صورتِ شکورؒ میں ہے
کمالِ جاہ و شہرت سیرتِ شکورؒ میں ہے

ہیں وہ مرقعِ شانِ جمال گو، لیکن
جلالِ شیرِ خدا ہیبتِ شکورؒ میں ہے

وقارِ چشت، شکوہِ ابو العلائی کی
ہر آن جلوہ نما حضرتِ شکورؒ میں ہے

حسینِ بدر جو لائے ہیں عرش سے تشریف
چراغِ طور کی ضو تربتِ شکورؒ میں ہے

عیاں ہے جس سے نبیؐ و علیؑ کی شانِ جمال
وہ آب و تاب وہ طلعتِ شکورؒ میں ہے

ملی ہے بابِ رضا سے متاعِ صبر و سکوں
ادائے شکر و رضا عادتِ شکورؒ میں ہے

ہزاروں سینے مریدوں کے اس سے روشن ہیں
جو ضو چراغِ سرِ تربتِ شکورؒ میں ہے

نسیمِ صبحِ حرم آ رہی ہے طیبہ سے
بہارِ باغِ جناں تربتِ شکورؒ میں ہے

نگاہِ پیر سے ہوتے ہیں فیض یاب مرید
وقارِ اہلِ وفا، عزتِ شکورؒ میں ہے

ہزاروں اہلِ عقیدت ہیں مستفیداں سے
یہ عام جاذبیت فطرتِ شکورؒ میں ہے

نہ کیوں ہو قلبِ ضیا حاملِ درود و سلام
کہ محوِ طبعِ رسا مدحتِ شکورؒ میں ہے

محمد حسین طالب شاہجہان پوری، راولپنڈی

مآلِ ذوقِ رضا الفتِ شکورؒ میں ہے
حصولِ عشق و وفا خدمتِ شکورؒ میں ہے

نہ پوچھ مجھ سے کہ میرا ہے دین کیا زاہد
مرا تو مقصدِ دل الفتِ شکورؒ میں ہے

جسے بھی دید ہو منظور دیکھ لے آ کر
ضیائے حسنِ خدا صورتِ شکورؒ میں ہے

جو در پہ آتے ہیں اچھے وہ بن کے جاتے ہیں
صفتِ عجیب درِ دولتِ شکورؒ میں ہے

رضاؒ کو دیکھ لیا، ان کو جس نے دیکھ لیا
ادائے شاہِ رضا صورتِ شکورؒ میں ہے

مری حیات کی تکمیل ہے یہیں طالب
مری نجات کا حل نسبتِ شکورؒ میں ہے

ایس، ایم، رفیق عارف، اجمیری، شکوری

ادائے شاہِ رضاؒ صورتِ شکورؒ میں ہے
کمالِ شاہِ رضاؒ عظمتِ شکورؒ میں ہے

گدائے در ہوں مجھے ناز کیوں نہ ہو اتنا
رسائی جلوہ گہِ حضرتِ شکورؒ میں ہے

غم و الم کی ہے تصویر قلبِ شیدائی
یہ حال دل کا مگر حضرتِ شکورؒ میں ہے

زیارت ان کی تصور میں کرتی ہیں آنکھیں
یقیں کا نور عیاں نسبتِ شکورؒ میں ہے

مجھے تو چشمِ کرم نے بنا دیا عارف
کہ معرفت کا سبق طاعتِ شکورؒ میں ہے

غلام قادر خاں قادر شکوری (زیبائی)

فدائے قلب صفا جلوت شکوریؒ میں ہے
وفائے عہد وفا الفت شکوریؒ میں ہے

رضائے حسن کے دیوانو آؤ، آؤ، ادھر
ادائے شاہ رضا صورت شکوریؒ میں ہے

کہاں وہ کوچۂ جنت میں دلکشی کی ادا
جو طالبوں کے لئے تربت شکوریؒ میں ہے

سنا سکے گا نہ قادر بیان قلب حزیں
کہ اس کا حال برا فرقت شکوریؒ میں ہے

قمر

فنائے شیخ عیاں ہیبت شکوریؒ میں ہے
ادائے شاہ رضا صورت شکوریؒ میں ہے

تمام خلق پہ ہر وقت مہرباں رہنا
شمیم خلق نبیؐ سیرت شکوریؒ میں ہے

سفر دراز بتاتے رہے اکابر دیں
یہ فاصلہ تو قریں ملت شکوریؒ میں ہے

فنائے شیخ بقا اور لقا کو حاصل کر
سلوک و جذب بہی نسبت شکوریؒ میں ہے

ہزاروں بگڑی ہوئی قسمتیں بنا ڈالیں
کلید قدر و قضا قدرت شکوریؒ میں ہے

صحابہ کو جو ملا تھا ز بارگاہ رسولؐ
وہ لطف ہم کو ملا صحبت شکوریؒ میں ہے

قمر سے پوچھ نہ کچھ غایت کمال کی حد
کہ منتہائے طرق بیعت شکوریؒ میں ہے

کیف زیبائی شکوری، قادری (از کوٹ سلطان)

قطعہ

جنوں ہے مجھ کو، مگر الفت شکورؒ میں ہے — مرا جو حال ہے وہ فرقت شکورؒ میں ہے
تلاش مجھ کو نہ کیوں رحمت شکورؒ کی ہو — پناہ میرے لئے رحمت شکورؒ میں ہے

دیگر

مجھے وفا کا جنوں الفت شکورؒ میں ہے — مری تلاش کا حل نسبت شکورؒ میں ہے
نگاہ اور کہیں جا کے کس طرح ٹھہرے — حقیقتوں کی ضیا حضرت شکورؒ میں ہے

حکیم سید مسعود مخدومی، لکھنوی، نسبت روڈ، لاہور

حیات و موت کا لطف الفت شکورؒ میں ہے — فلاحِ ہر دو جہاں قربت شکورؒ میں ہے
خدا کے فضل سے حاصل ہے مجھکو یہ نعمت — مقام شکر کہ دل رحمتِ شکورؒ میں ہے
کلی کلی نے کہا آن سے کیم مشکورؒ — بہارِ شکر یہاں جنتِ شکورؒ میں ہے
فریب خوردہ نہیں ہے بہار بھی اسکی — بہار خلد بریں تربت شکورؒ میں ہے
جھکی جدھر کو جبیں، جھک گئی ادھر دنیا — جبیں ناز بھی وہ قسمت شکورؒ میں ہے
ہے سرفراز زمانہ بلند تر سب سے — وہ شان جل وعلا عظمت شکورؒ میں ہے
خدا ہی ہوگئی اسکی جو ہو گیا اُن کا — مزا خدائی کا ابدیت شکورؒ میں ہے

کسے ملا دلِ مسعود خوش نصیب یہاں
سکوں نصیب جو دل عظمت شکورؒ میں ہے

محبوبِ رضا محبوبؔ نصیر آبادی شکوری، قادری

جلائے قلب دلا الفتِ شکورؒ میں ہے
قسم ہے قربِ خدا قربتِ شکورؒ میں ہے

عزیز و سلسلۂ قادریؒ، جہانگیریؒ
اگر ہے جلوہ نما شوکتِ شکورؒ میں ہے

کشاں کشاں چلے آتے ہیں سر جھکانے کو
یہ کون جلوہ نما تربتِ شکورؒ میں ہے

حصولِ عشق کا محبوبؔ مدعا ہے یہی
فنا ہو لطف، بقا الفتِ شکورؒ میں ہے

صاحبزادہ الشاہ عبدالرؤف نیرؔ شکوریؒ قادریؒ

خدا رسی کا سبق نسبتِ شکورؒ میں ہے
حیات بخش سکوں الفتِ شکورؒ میں ہے

یہ میں بتاؤں گا جو الفتِ شکورؒ میں ہے
یہ مجھ سے پوچھئے کیا حسرتِ شکورؒ میں ہے

کسے ہے تاب کہ دیکھے نگاہ بھر کے اُدھر
وہ حسن ہوش ربا صورتِ شکورؒ میں ہے

برائے نام ہی پہلو ہے میرے دل کا مقام
بصد نیاز مگر خدمتِ شکورؒ میں ہے

انہیں کی چشمِ کرم ہو سکے گی وجہِ سکوں
علاجِ دردِ مرا قدرتِ شکورؒ میں ہے

نہ پوچھئے کہ گزرتی ہے کیا مرے دل پہ
اک اضطراب مجھے فرقتِ شکورؒ میں ہے

گدا رہیں گے درِ دولتِ شکورؒ کے ہم
متاعِ زیست درِ دولتِ شکورؒ میں ہے

عطا کی خاص روش ہر روش سے ہے پیدا
کرم کی خاص جھلک فطرتِ شکورؒ میں ہے

زمین پر ہی نہیں حیرتی ہر اک نیرؔ
نگاہِ چرخ بھی گم رفعتِ شکورؒ میں ہے

منقبت کی نشست کے بعد فوراً ہی دوسرے مصرعہ پر نشستِ دیگر کا آغاز ہوا اور صبح تک جاری رہا۔

طرح "ہم ان کی جلوہ گاہِ ناز میں نذرانہ لائے ہیں"

محمد اسمٰعیل خاں آیازؔ، منڈاوری، قادری، شکوری

چھپا کر چشمِ حسرت میں بھرا میخانہ لائے ہیں
ہم ان کی جلوہ گاہِ ناز میں نذرانہ لائے ہیں

سبو، شیشہ، صراحی، خوب بھر لا آج جی بھر کر
مرے سرکار ان آنکھوں میں اک میخانہ لائے ہیں،

تصور میں ہے مژگانِ شکوری کی ادا کیا
برائے گیسوئے غم ساتھ ہم نذرانہ لائے ہیں

آیازؔ اک گھونٹ مل جائے مے حبِّ رضا ہم کو
سرِ میخانہ ہم یہ آرزو رندانہ لائے ہیں!

سید محمد اکرم شاہ اکرامؔ رزمیائی، شکوری، قادری،

سرِ محفل وہ چشمِ مست کا پیمانہ لائے ہیں!
خدا رکھے اڑا کر مستیٔ میخانہ لائے ہیں۔

جگر صد پارہ آنکھیں خونفشاں دل مضطر و سوزاں
یہ سب اس انجمن میں ہم بھی نذرانہ لائے ہیں

جو وقت آیا تو ہم بھی جان کی بازی لگا دیں گے
سرِ میدانِ الفت ہمت مردانہ لائے ہیں

گلوں کو ان کی چشمِ ناز پر کیا کیا تحیر ہے
وہ گلشن میں جوابِ نرگسِ مستانہ لائے ہیں

مبارکباد دی توبہ نے فوراً اٹھ کر مجھ کو
کچھ اس انداز سے گردش میں وہ پیمانہ لائے ہیں

ذرا وہ شعلہ رُو بے پردہ آئے تو سرِ محفل — دلِ سوزاں میں ہم بھی جرأتِ پروانہ لائے ہیں
وہ سنتے کیا انہیں نیند آ گئی اے شوخیٔ قسمت — محبت کا زباں پر جب بھی ہم افسانہ لائے ہیں

فغاں، امید، حسرت، آرزو، ارماں، بے تابی!
ہم اے اکرام ذوق و شوق میں کیا کیا نہ لائے ہیں

بسمل اعظمی پوری تلمیذ حضرت آبر گنوری (دھرم پورہ، لاہور)

تمہاری انجمن میں ہم دلِ دیوانہ لائے ہیں — ہمارے پاس تھا جو کچھ وہی نذرانہ لائے ہیں
نگاہِ نازداں کی میکدہ بر دوش رہتی ہے — نگاہوں میں اڑا کر ہم بھی یہ پیمانہ لائے ہیں
بہ لطفِ خاص ہو جائے نظر خاکسترِ دل پر — اسی خاطر یہ ہم اے جلوۂ جانانہ لائے ہیں
نگاہیں کیوں بدلتا ہے دلِ بیتاب سے ساقی — جہاں میخانہ سمجھا ہم وہاں پیمانہ لائے ہیں
نہ ہم ماضی پہ روتے ہیں نہ ہم کو فکرِ فردا ہے — ازل سے ہم تو اے دل فطرتِ شاہانہ لائے ہیں

تڑپ اٹھیں گے سن کر بسملؔ وہ بھی آج محفل میں
بزعمِ دردِ دل ہم عشق کا افسانہ لائے ہیں!

برق فرخ آبادی، از نیپال

قدم جب بہکے بہکے جانبِ میخانہ لائے ہیں — ترے الطافِ ساقی لغزشِ مستانہ لائے ہیں
عجب انوار ہیں یادِ رسولِ پاک کا صدقہ — جسے کعبہ بنا ڈالا ہے وہ میخانہ لائے ہیں

ذرا نظریں اٹھا کر شمعِ محفل دیکھ لے تو بھی
یہ خاکستر نہیں ہے حاصلِ پروانہ لائے ہیں

جنون و عقل دونوں عشق سے مرعوب ہیں کتنے
بہاریں جس کے دامن میں ہیں وہ ویرانہ لائے ہیں

غزل کہیے کہ اشعارِ عقیدت برقؔ کیا کہیے
ہم ان کی جلوہ گاہِ ناز میں نذرانہ لائے ہیں

سید عبدالرشید قاضی محمودی جاہلؔ کھٹاودی ، از بمبئی

متاعِ زیست کا اپنی یہی نذرانہ لائے ہیں
نچھاور کرنے مرشد پہ دلِ دیوانہ لائے ہیں

تصور میں شکیبِ باصفا کے حضرتِ قاضی
پلانے نورِ وحدت کا مجھے پیمانہ لائے ہیں

ہمارا حالِ دل سن لو، ہمارا حالِ غم سن لو
سنانے ہم تمہیں مولائے من افسانہ لائے ہیں

ہمیں معلوم اتنا ہے خودی میں ہو گیا جاہلؔ
جو ہے کعبے کا کعبہ وہ درِ جانانہ لائے ہیں

جمعدار محمد علی جامؔ (زیابی) ، راولپنڈی

انہیں اپنا بنانے کو دلِ دیوانہ لائے ہیں
ہم ان کی جلوہ گاہِ ناز میں نذرانہ لائے ہیں

خدا کے واسطے سن لیں ذرا وہ مطمئن ہو کر
زبانِ آرزو پہ ہم بھی اک افسانہ لائے ہیں

عبث دنیا سمجھتی ہے ہمارے پاس یہ دل ہے
شرابِ شوق پینے کو یہ ہم پیمانہ لائے ہیں

ہمیں کیا محفلِ عالم کے ان جلووں سے دلچسپی
ہم اپنے دل میں جشنِ جلوۂ شاہانہ لائے ہیں

غمِ جانانہ ہے اے جامؔ میرے واسطے سب کچھ
بڑی دولت ہے جو دل میں غمِ جانانہ لائے ہیں

مولانا جاوید بستوی از بمبئی

دل وجاں، دولتِ ایماں یئے نذرانہ لائے ہیں ہم ان کی جلوہ گاہِ ناز میں کیا کیا نہ لائے ہیں

"قبول افتد، زہے عزّ و شرف" اے مرشدِ کامل در اقدس پہ ہم خود کو یئے نذرانہ لائے ہیں

ہمارے جذبۂ دل کی کشش جاوید مت پوچھو

نگاہوں میں جمالِ مرشدِ میخانہ لائے ہیں

خوشتر امروہوی سب اڈیٹر "آشیانہ" لاہور

ہجومِ شوق میں اپنا دلِ دیوانہ لائے ہیں ہم ان کی جلوہ گاہِ ناز میں نذرانہ لائے ہیں

کہیں بھی ہو سکونِ دل میسر ہو کسی صورت یہی جذبات ہم کو جانبِ دیوانہ لائے ہیں

ہم آئے اس طرح محشر بداماں صحنِ گلشن میں کہ اپنے ساتھ گویا جرأتِ رندانہ لائے ہیں

ازل ہی سے زمانہ کے حوادث سے نڈر ہیں ہم

خدا شاہد کہ خوشتر ہمتِ مردانہ لائے ہیں

رفیق فیض آبادی۔ ۱۷۔ ایجرٹن روڈ، لاہور

بما گئے تھے، ہم سوزِ دلِ دیوانہ لائے ہیں! چھلکتا آنسوؤں سے آنکھ کا پیمانہ لائے ہیں

سنا دیں گے انہیں پڑھ کر طلب صادق ہے یا کاذب جو اپنے خونِ دل سے لکھ کے ہم افسانہ لائے ہیں

کرم فرما ہیں دیرینہ ہمارے حضرتِ زیبا درِ دولت پہ وہ یہ مجمعِ شاہانہ لائے ہیں

بنا کر خوشنما اشعار کے پھولوں کا گلدستہ "ہم ان کی جلوہ گاہِ ناز میں نذرانہ لائے ہیں"

یقیناً ہو رہیں گی سب دعائیں مستجاب ان کی

رفیقِ زار جو ہونٹوں پہ لے تابانہ لائے ہیں

میر رُومی لکھنوی، قاتلی، شکوری، قادری،

تمہاری بزم میں کب شیشہ و پیمانہ لائے ہیں
تصوّر میں خیالِ نرگسِ مستانہ لائے ہیں

کیا کرتا ہے کوئی دل کو کعبہ کوئی بُت خانہ
مگر ہم تو بطورِ ہدیۂ جانانہ لائے ہیں

خدا جانے کہ رسمِ دیر و آئینِ حرم کیا ہے؟
ازل سے مانگ کر ہم تو دلِ دیوانہ لائے ہیں

پسِ مُردن ہماری خاک بھی راحت نہ پائیگی
تعالی اللہ سوزِ جذبۂ پروانہ لائے ہیں!

دلِ صد چاک کی ہستی کی مقصد ایک ہے واعظ
کسی کی زلفِ برہم کے لئے ہم شانہ لائے ہیں

قبول اے کاش ہو رُومی جبینِ شوق کا سجدہ
کسی کی جلوہ گاہِ ناز میں نذرانہ لائے ہیں!

ابراہیم راحت دہرہ دونی (ہسپتال روڈ، لاہور)

ہم اے ساقی بنا کر دل کو اک پیمانہ لائے ہیں
تری محفل میں ہم بھی لغزشِ مستانہ لائے ہیں

وہ دل جس دل کی قیمت دونوں عالم ہو نہیں سکتے
وہی دل ان کو دینے کے لئے نذرانہ لائے ہیں

ہماری زندگی کی زندگی تم سے ہے وابستہ
تمہیں ہم نذر کرنے اک دلِ دیوانہ لائے ہیں

ہزاروں آہیں، دل کی دھڑکنیں، کچھ بے بہا گوہر
ہم ان کی جلوہ گاہِ ناز میں نذرانہ لائے ہیں

ہم ان کی بزم سے اٹھے مگر کس شان سے اُٹھے
نگاہوں میں چھپا کر جلوۂ جانانہ لائے ہیں

جسے سُن کر کلیجہ مُنہ کو آ جائے گا اے راحت
ہم ایسا درد میں ڈوبا ہوا افسانہ لائے ہیں!

سیّد امداد حسین رضوی (زیبائی)

بصد شوق و تمنا ہم دلِ دیوانہ لائے ہیں! تمہاری بارگاہِ ناز میں نذرانہ لائے ہیں

سُنی ہیں داستانیں سینکڑوں عشاق کی تم نے ذرا سُن لو کہ ہم بھی اک نیا افسانہ لائے ہیں

یہ بجلی کی چمک یہ کالے بادل یہ فضا دلکش یہی جلوے مجھے واعظ سوئے میخانہ لائے ہیں

پئے ہیں جام ہم نے سیر ہو کر انکی نظروں سے وہ ان مخمور آنکھوں میں بھرا پیمانہ لائے ہیں

میسر ہے نہیں شاید سکونِ قلب کی دنیا مجھے ارمان بستی سے سوئے ویرانہ لائے ہیں

ہم ان کی بزمِ عشرت میں بعنوانِ وفا رضوی
مکمل زندگی کے غم کا اک افسانہ لائے ہیں

زیبا ناروی، ہاشم شاعرہ

دلِ دیوانہ رکھتے ہیں۔ دلِ دیوانہ لائے ہیں
ہم ان کی جلوہ گاہِ ناز میں نذرانہ لائے ہیں

عطا ہو جائے ہم کو بھی مئے عرفاں وہی ساقی
جنیدؒ و شبلیؒ و سرمدؒ سے ہم پیمانہ لائے ہیں

ہمارے واقعاتِ دل جدا ہیں اہلِ عالم سے
اگر سُن لیجئے تو ہم بھی اک افسانہ لائے ہیں

مے حبِّ شکوریؒ سے دل بھر لو اے زیبا
ہم اپنے ساتھ یہ اک قدرتی پیمانہ لائے ہیں!

سہیل گیاوی (زیبائی) شکوری، قادری

چھپا کر دل میں ہم عشقِ رخِ جانانہ لائے ہیں — کہاں کا دل کوئی دیکھے عجب دیوانہ لائے ہیں

ہمارا فرض ہے قربان کر دیں جان و دل ان پہ — یہی نذرانہ ممکن تھا، یہی نذرانہ لائے ہیں

ہماری بے خودی کیا پوچھتے ہو پوچھنے والو! — ہم ان کے میکدے میں فطرتِ مستانہ لائے ہیں

کہاں فرصت انہیں اتنی سنیں وہ داستانِ دل — یہاں ہم مخزنِ صد جلوۂ افسانہ لائے ہیں!

دیا ہے جو سہیل ان پہ نہ کیوں قربان ہو جائے
کسی کی انجمن میں ہم بھی یہ نذرانہ لائے ہیں

شارب، الہ آبادی

ترے وحشی زمانہ سے جدا نذرانہ لائے ہیں — سرشکِ غم نہیں سوزِ دلِ پروانہ لائے ہیں

تمہارا تذکرہ تو تھا زبانِ خلق پر لیکن — ہم اپنا ذکر بھی افسانہ در افسانہ لائے ہیں

تری چشمِ کرم کو ہے تعلق دل فگاروں سے — اسی امید پہ ٹوٹا ہوا پیمانہ لائے ہیں

رہیں غم ہی سہی لیکن ہم ان کی بزم میں شارب
نظر بیگانہ لائے ہیں، نہ دل بیگانہ لائے ہیں

شبیر احمد شفیق (دہرہ دونی) از دفتر صحت پاکستان (مری)

سرِ دربار ہم بھی رنج کا افسانہ لائے ہیں — کہ بھر کر اشک آنکھوں میں یہ نذرانہ لائے ہیں

شفیق شاہ رضا سے فیضِ حق حاصل ہوا جن کو
ہم ان کی بارگاہِ ناز میں نذرانہ لائے ہیں

سید صفدر علی شاہ صفدرؔ، شکوری قادری (ازیاتی)

یہی نذرانہ رکھتے تھے یہی نذرانہ لائے ہیں
دل اپنا ہم برائے مرشدِ میخانہ لائے ہیں

نہ دیکھا اس جفا پرور نے ٹھکرایا ہی محفل میں
یہ ہم کہتے رہے ہم بھی دلِ دیوانہ لائے ہیں!

تصدق کرنے آ پہنچے ہیں اپنی نقدِ جاں صفدرؔ
"ہم ان کی جلوہ گاہِ ناز میں نذرانہ لائے ہیں"

محمد حسین طالب شاہجہان پوری، راولپنڈی

ذرا دیکھو تو اس جانب یہ کیا نذرانہ لائے ہیں
تمہاری انجمن میں ہم دلِ دیوانہ لائے ہیں!

ہماری بادہ نوشی کو سمجھ سکتا ہے کیا واعظ
شکوری میکدے سے بھر کے ہم پیمانہ لائے ہیں

شکوری انجمن میں ہم کو آنا تھا جو اے طالبؔ
برائے نذر کچھ اشعارِ بے تابانہ لائے ہیں

صمصام الدین فیروزؔ، دہلوی

ندامت سے لطفاً آئی کیا نذرانہ لائے ہیں
کہا میں نے دلِ صد پارہ کا خُمدانہ لائے ہیں

دھرا ہے پاس کیا اپنے تمہاری نذر کے لائق
تمہارے لطف ہائے عمر کا شکرانہ لائے ہیں

کبھی ان سا تجمل کا خم نہ خالی مے سے پائے گا
شرابِ شوق کا جو بزم میں پیمانہ لائے ہیں

ہمارے واسطے عبدالشکور اک زندہ ہستی ہیں
چھپا کر نہ کہو ہم سے رنگِ معشوقانہ لائے ہیں

نہ چھوڑا ان کے قدموں کو، نہ چھوڑیں ان کی تربت کو
میاں فیروزؔ بھی کیا دلِ دیوانہ لائے ہیں!

قمر صدیقی لکھنوی، اچھرہ، لاہور

غم و اندوہ میں ڈوبا ہوا افسانہ لائے ہیں
تمہارے چاہنے والے بھی نذرانہ لائے ہیں

فقیری میں بھی رہتا ہے تصور بادشاہی کا
کہ قسّامِ ازل سے قسمت شاہانہ لائے ہیں

ہماری سمت بھی اک جام تیری خیر ہو ساقی
بڑی امید ہم اے صاحبِ میخانہ لائے ہیں

حسیں چہرہ، لبوں پر مسکراہٹ، چال میں شوخی
وہ تیرے واسطے کیا کیا دلِ دیوانہ لائے ہیں

قمر آنکھوں میں دو شفاف موتی لب پہ کچھ آہیں
"ہم ان کی جلوہ گاہِ ناز میں نذرانہ لائے ہیں"

حکیم سید مسعود محمدی، صدرِ مشاعرہ، لاہور

تجلّیِ حسنِ کامل کی بجائے خانہ لائے ہیں
یہ برقِ نور ہم دل میں بھی بے باکانہ لائے ہیں

تڑپ کر دل سے گر نکلے تو دنیا پھونک دے ساری
جلالی طور سے ہم برق بے تابانہ لائے ہیں!

ازل سے بادۂ الفت میں دل لبریز رہتا ہے
ہمی پینے والے سرمدی پیمانہ لائے ہیں

گلستانِ محبت میں بھی دیوانگی اپنی
بہاریں جس پہ قرباں ہیں وہ ہم ویرانہ لائے ہیں

جمالِ دوست کو نسبت ہے کچھ آئینہ دل سے
جو دل لائے ہیں محفل میں اداکارانہ لائے ہیں

دل و جاں اپنی لائے سر ہتھیلی پہ ہی رکھ کر
تصدق تجھ پہ کرنے ہم غمِ جانانہ لائے ہیں

تجھے مسعود رہنا ہے گلستانِ محبت میں
ترے احباب گلدستہ محبانہ لائے ہیں

سجادہ نشینی

۱۹۳۶ء میں بمقام چھاؤنی نصیر آباد (اجمیر شریف) آپ نے اپنے ہر سہ صاحبزادگان (۱) حکیم علاء الدین شاہ صاحب (۲) مولانا عبدالستار شاہ صاحب (۳) عبدالرؤف شاہ صاحب نیّر) کے متعلق اعلانِ خلافت و اجازت فرمایا اور منجھلے صاحبزادہ مولانا عبدالستار شاہ صاحب کے حق میں **سجادہ نشینی** کا اعلان کیا۔ آپ کے موصوف منجھلے صاحبزادے شاہ ستمبر ۱۹۴۶ء میں چند روز علیل رہ کر بمقام بمبئی وصال فرما گئے۔ جہاں آپ مرحوم کے متوسلین بے شمار تعداد میں سلسلۂ عالیہ کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آپ کا مزار مبارک بمقام مسلم قبرستان ناریل باڑی بمبئی میں درگاہِ ستاریہ کے نام سے زیارت گاہِ خلائق ہے۔

موصوف مرحوم کے بعد پھر سجادہ نشینی کا معاملہ زیرِ بحث آگیا۔ ہنوز کوئی فیصلہ نہ ہوا تھا کہ حضرت قبلہ "تاج الاولیاء" رحمۃ اللہ علیہ واصل باللہ ہو گئے۔

آخر چہلم شریف کی محافل کے سلسلے میں بتاریخ ۱۲ ستمبر ۱۹۵۶ء حضراتِ صاحبزادگان نیز دیگر اہلِ سلسلہ و غیر سلسلہ حاضرین کی موجودگی اور جلسۂ عام میں بحیثیتِ صدر جلسہ عالیجناب حضرتِ علامہ مولانا **ابوالحسنات سید محمد احمد قادری** (صدر مرکزی جمعیۃ العلماء پاکستان) صاحبزادہ المشائخ محمد عبدالرؤف نیّر کو سجادہ نشین بنایا گیا اور دستار بندی کی رسم ادا کی گئی۔

جس کا اعلان لاہور و کراچی کے اخبار میں شائع ہوا اور بذریعہ ڈاک ہندو پاک میں مقیم تمام اہلِ سلسلہ حضرات کو اطلاع بھیجی گئی ، اور سجادہ نشین موصوف نے سلسلۂ عالیہ کی تبلیغ و ترویج میں نمایاں تذوق و شوق کے ساتھ اصولی طور پہ حصہ لینا شروع کر دیا۔

شرکت عرسِ مبارک سیدنا فخر العارفین مولانا محمد عبد الحی شاہ رح

(بمقام چک ۱۴/۸ آر ، تحصیل خانیوال ، ضلع ملتان)

ماہ دسمبر ۵۵ء میں عرس مبارک میں شرکت کیلئے مہتمم عرس شریف کے اصرار بے حد نے اس قدر مجبور کر دیا کہ آپ نے بتاریخ ۹ دسمبر ۱۹۵۵ء لاہور سے چک ۱۴ کے لئے سفر اختیار فرمایا۔ عرس شریف مذکور کی مکمل روداد ماہنامہ "سالک" راولپنڈی کے شمارہ ماہ جنوری ۱۹۵۶ء میں شائع ہوئی جس کا اقتباس درج ذیل ہے :

"حضرت قبلۂ عالم تاج الاولیا سیدنا شاہ محمد عبد الشکور صاحب قبلہ قادری، چشتی، ابوالعلائی، منعمی، جہانگیری قدس سرہ السامی کے خلیفہ حضرت قبلہ پیر مستان شاہ صاحب شکوری قادری مدظلہ العالی اپنے اہتمام میں عظیم الشان پیمانہ پر سال بسال اپنے مسکونہ مقام چک ۱۴-۸-آر تحصیل خانیوال، ضلع ملتان میں عرس شریف کا انتظام فرماتے ہیں حسب معمول امسال بھی آپ نے عظیم ترین پیمانے پر انتظامات مرتب فرماتے ہوئے عرس شریف کا اعلان فرمایا اور ۱۰-۱۱-۱۲-۱۳ دسمبر ۱۹۵۵ء بروز ہفتہ، اتوار، پیر، منگل چار یوم متواتر محافل کا سلسلہ بسرپرستی حضرت صاحبزادہ عبد الرؤف شاہ صاحب

نیرؔ شکوری قادری مدظلہ العالی سجادہ نشین دربارِ عالیہ قادریہ شکوریہ، گارڈن ٹاؤن لاہور جاری رہا۔ نزدیک و دور سے سلسلے کے اکابرین محترم بزرگانِ طریقت نیز دوسرے اربابِ ذوق و شوق تشریف لاکر شریکِ عرسِ مبارک ہوئے"۔

۱۱ دسمبر ۱۹۵۶ء کو بعد نمازِ عشاء محفلِ سماع منعقد ہونے سے پیشتر حضرت قبلہ پیر مستان شاہ صاحب مدظلہ العالی کے متوسلین میں سے حسبِ ذیل پانچ حضرات کو صاحبزادہ حضرت قبلہ عبدالروف شاہ صاحب نیرؔ سجادہ نشین دربارِ عالیہ قادریہ شکوریہ نے اپنے دستِ مبارک سے کلاہِ خلافت عطا فرمائی اور اجازت سے سرفراز فرمایا۔

۱۔ منشی محمد صدیق صاحب	کراچی
۲۔ صوفی شیر محمد صاحب	کبیر والہ (ملتان)
۳۔ کمال دین صاحب	رینالہ خورد (منٹگمری)
۴۔ میاں الہ بخش صاحب	دناڑی (ملتان)
۵۔ میاں غلام علی صاحب	چکوال۔ (جہلم)

اس کے بعد محفلِ سماع شروع ہوئی"۔

۱۲ دسمبر ۱۹۵۶ء کو صبح ۹ بجے محفلِ مشاعرہ کی نشست شروع ہوئی۔ صاحبِ عرس قدس سرہ العزیز کی منقبت کے لئے حسبِ ذیل مصرعہ کا اعلان کیا گیا تھا۔ "ازل سے دلنشیں ہے مخلص الرحمٰن کی صورت"

اور حضرت قبلہ "تاج الاولیاء" نور اللہ مرقدہ کی منقبت کے لئے یہ مصرعہ تجویز تھا: "مرے رُوبرو ہے ادائے شکوری"

ہر دو مصارع پر شعرائے کرام نے سیر حاصل طبع آزمائی فرمائی اور دوپہر تک نہایت سرگرم نشست شعر و سخن منعقد رہی۔ کلام شریکِ اشاعت ہے:

"ازل سے دلنشیں ہے مخلص الرحمٰن کی صورت"

اصغر (زیبائی)، ملتان

مسرت آفریں ہے مخلص الرحمٰن کی صورت
مرے دل میں مکیں ہے مخلص الرحمٰن کی صورت

خدا رکھے تصور کو، تصور کی بدولت اب
نگاہ دل سے قریں ہے مخلص الرحمٰن کی صورت

پھرا کرتا ہے اک جلوہ سا ہر دم میری آنکھوں میں
عیاں یہ بالیقیں ہے مخلص الرحمٰن کی صورت

ازل سے ہو گیا ہوں میں اسی صورت کا شیدائی
ازل سے دلنشیں ہے مخلص الرحمٰن کی صورت

برستی ہے ضیا عرفان کی چاروں طرف اصغر
چراغِ بزمِ دیں ہے، مخلص الرحمٰن کی صورت

جمعدار محمد علی جام، شکوری، قادری (زیبائی) راولپنڈی

نجاتِ مذنبیں ہے، مخلص الرحمٰن کی صورت
سراجِ مومنیں ہے، مخلص الرحمٰن کی صورت

نظر آتی ہے ان کی ہی تجلی رات دن مجھکو
ازل سے دلنشیں ہے، مخلص الرحمٰن کی صورت

دلِ مضطر جہاں تسکین سے بیگانہ ہوتا ہے
سکونِ دل وہیں ہے مخلص الرحمٰن کی صورت

نظر آیا نہاں پرتو جمالِ مصطفائی کا
خطِ نور مبیں ہے مخلص الرحمٰن کی صورت

پئے پرسشِ ذرا "منکر نکیر" اے جام آئیں تو
لحد میں بھی قریں ہے، مخلص الرحمٰن کی صورت

سید عظمت سالک (زیبائی) شکوری، قادری (خلیفہ ۸/۴، ملتان)

حقیقت کی امیں ہے، مخلص الرحمانؒ کی صورت
نہ کیوں ہو دلنشیں ہے مخلص الرحمانؒ کی صورت

نگاہوں پہ بحسنِ معرفت کیا کیا ہے تابندہ
حسیں ہے، ہاں حسیں ہے مخلص الرحمانؒ کی صورت

حیاتِ آرزو صدقے، متاعِ زندگی قرباں
انگوٹھی دل، نگیں ہے مخلص الرحمانؒ کی صورت

فلک پہ چاند بھی چکرا رہا ہے دیکھ کر عالم
کچھ ایسی مہ جبیں ہے، مخلص الرحمانؒ کی صورت

یہ وہ صورت ہے جس صورت پہ دل قرباں ہے سالکؔ
ازل سے دلنشیں ہے مخلص الرحمانؒ کی صورت

سید شہاب الدین سہیل شکوریؒ، قادریؒ (زیبائی)

انیس العاشقیں ہے مخلص الرحمٰنؒ کی صورت
رفیق الطالبیں ہے، مخلص الرحمٰنؒ کی صورت

کہیں تنویرِ عرفاں ہے، کہیں رنگِ گلستاں ہے
ستاروں میں کہیں ہے، مخلص الرحمانؒ کی صورت

نظر جس کی پڑی وہ جانِ دل سے ہو گیا شیدا!
کچھ ایسی مہ جبیں ہے مخلص الرحمانؒ کی صورت

بہ رنگِ جلوۂ حسنِ شکوریؒ دل میں مہماں ہے
ازل سے دلنشیں ہے مخلص الرحمانؒ کی صورت

سہیلؔ خستہ جاں حسنِ شکوریؒ پہ ہوا شیدا
نگاہوں میں مکیں ہے، مخلص الرحمانؒ کی صورت

فیض رسول فیضؔ شکوری، قادریؒ

وہاں پردہ نشیں ہے مخلص الرحمانؒ کی صورت
یہاں دل میں مکیں ہے مخلص الرحمانؒ کی صورت

زمیں پہ ایک روشن چاند دیکھا میری آنکھوں نے
بڑی روشن جبیں ہے، مخلص الرحمانؒ کی صورت

مقدر فیضؔ ہے تیرا کہ تو بھی مبتلا نکلا!
ازل سے دلنشیں ہے مخلص الرحمانؒ کی صورت

صوفی محمد رمضان کیفؔ شکوری قادری (زیبائی)

عجب نقشِ حسیں ہے مخلص الرحمانؒ کی صورت
جمالِ حسن نقیں ہے مخلص الرحمانؒ کی صورت

حقیقت کی امیں ہے مخلص الرحمانؒ کی صورت
مکمل درسِ دیں ہے مخلص الرحمانؒ کی صورت

سراج السالکیں ہے مخلص الرحمٰنؒ کا جلوہ
مرادِ العاشقیں ہے مخلص الرحمانؒ کی صورت

چھپا رکھی ہے میں نے دو جہاں میں جھانک کر دیکھے
ازل سے دل نشیں ہے مخلص الرحمانؒ کی صورت

ہوئے مرہونِ جلوہ لکھنؤ، لاہور، مزنا کھل
وہ خورشیدِ زمیں ہے مخلص الرحمانؒ کی صورت

دکھا سکتا ہوں سب کو کیفؔ دیکھیں میری آنکھوں سے
جہاں چاہیں وہیں ہے مخلص الرحمٰن کی صورت

"مرے رُو برو ہے ادائے شکوریؒ"

اصغر (زیبائی) شکوریؒ قادریؒ

نمایاں ہے ہر سُو ادائے شکوریؒ
نظر دیکھتی ہے ادائے شکوریؒ!

کوئی میری قسمت کا یہ اوج دیکھے
مرے حق میں بھی ہے عطائے شکوریؒ

کشش کوئی میری نگاہوں کی دیکھے
اُتر آئی دل میں ادائے شکوریؒ

یہ ہے میری ہستی کا سرمایہ اصغرؔ
خدا رکھے قائم ولائے شکوریؒ

محمد علی جامؔ قادریؒ، شکوریؒ (زیبائی)

لبھاتی ہے دل کو ادائے شکوریؒ
عیاں چار سُو ہے ضیائے شکوریؒ

فدا اس پہ کون و مکاں کے مکیں ہیں
جو دل ہے فدائے لقائے شکوریؒ

مجھے مہر و ماہ کی ضیاؤں سے اب کیا؟ — مرے چارسو ہے ضیائے شکوری رح
عطا قیصر و جم سے وہ خاک چاہیں — میسر ہے جن کو عطائے شکوری
مٹیں جام کے دل سے تاریکیاں اب — پڑی جب سے چشمِ ضیائے شکوری رح

حافظ غلام محمد حافظ گھمیانوی شکوری رح، قادری رح

یہ شاخیں، یہ کلیاں، کھلی وجد میں ہیں — ہے رقصِ رواں جب ہوا سے شکوری رح
حسینانِ ارض و سما بھی ہیں شیدا — تو ہے شانِ حسن و ادائے شکوری رح
ہے زاہد کو خلدِ بریں کی تمنا — ہے مقصودِ حافظ رضائے شکوری رح

رحمت اللہ شکوری رح، قادری (کمالیہ، لائل پور)

ہیں آنکھوں میں جلوے سمائے شکوری رح — مرے روبرو ہے ضیائے شکوری رح
جدھر سے بھی گذرے گدائے شکوری رح — زمانہ پکارا وہ آئے شکوری رح

عبداللطیف سالک قادری رح، شکوری رح (زیبائی) چک ۱۴ ۸-آر، ملتان

نظر آ رہی ہے ادائے شکوری رح — ادائے شکوری رح، ضیائے شکوری رح!
حقیقت کی تعلیم کا سلسلہ ہے — سنو گوش دل سے صدائے شکوری رح
بفیضِ رؤف و حکیم اور مستانہ — مرے روبرو ہے ضیائے شکوری رح
نہیں ظلمتِ قبر کا خوف سالک — مرے ساتھ ہوگی ضیائے شکوری رح

سید شہاب الدین سہیل قادری رح، شکوری رح (زیبائی)

مرے روبرو ہے ضیائے شکوری رح — ضیائے شکوری رح، ادائے شکوری رح

رضائے محمدؐ، رضا کی رضا ہے — رضا کی رضا ہے، رضائے شکوریؒ
یہ بارانِ رحمت، یہ فیضانِ عرفاں — کرم ہے رضاؒ کا عطائے شکوریؒ
ہیں آنکھیں منور، مرا دل ہے روشن — مرے سامنے ہے ضیائے شکوریؒ
سہیلؔ اپنی قسمت پہ میں بھی ہوں نازاں — کہ ہے ساتھ میرے دعائے شکوریؒ

محمد صابر صابرؔ شکوریؒ، ہیڈ بلوکی (لاہور)

مرے روبرو ہے ضیائے شکوریؒ — نظر میں سمائی ادائے شکوریؒ
ڈرائے گی کیا راہِ منزل میں ظلمت — مری ہم سفر ہے ضیائے شکوریؒ
یہ کامل یہ عاقل، یہ عابد یہ زاہد — یہ سب جان و دل سے فدائے شکوریؒ
وہ مضموں پسند آئے کب مجھ کو صابرؔ — نہیں ہوتی جس میں ثنائے شکوریؒ

فیض رسول فیضؔ شکوری قادری (زیانی)

نظر مبتلائے ضیائے شکوریؒ — مرا دل فدائے ادائے شکوریؒ
مجھے خوابِ غفلت کے حملوں کا غم کیا — جگاتی ہے دل کو صدائے شکوریؒ
بلندیٔ قسمت پہ ہوں فیضؔ نازاں — مرے روبرو ہے ضیائے شکوریؒ

صوفی محمد رمضان کیفؔ (زیانی) شکوریؒ قادریؒ

زہے لطف پرور عطائے شکوریؒ — چلی روح افزا ہوائے شکوریؒ
بھر دیں جھولیاں یہ کرم کے ہیں موتی — برستا ہے ابرِ سخائے شکوریؒ
جمالِ شکوریؒ نگاہوں کا مرکز — مرادِ دلی ہے لقائے شکوریؒ
مجھے سرمۂ طور کی کیا ضرورت؟ — کہ آنکھوں میں ہے خاکِ پائے شکوریؒ

یہی جستجو ہے یہ، خدا جس کو بخشے — محمدؐ کا سودا، ولائے شکوری ہے
یہی میری دنیا، یہی میری عقبیٰ — یہ ہے سر پہ ظلِ عطائے شکوری ہے

مجھے کیف اس شغل سے کب ہے فرصت
مرا دل ہے محوِ ادائے شکوری ہے

مختار احمد مختار (خانیوال)

وہی دل کے مالک، وہی جاں کے والی — فدا گشتہ ام بر ادائے شکوری ہے

ہوئی روشنی دل کو مختار حاصل
مرے روبرو ہے ضیائے شکوری ہے

لطیف احمد صدیقی، شکوری قادری (لیہ)

اُٹھو اپنے دامن مرادوں سے بھر لو — کھلا ہے وہ باب سخائے شکوری ہے
قیامت میں وہ بخشے جائیں گے سارے — جو اٹھیں گے زیرِ لوائے شکوری ہے
کٹی زندگی اپنی بے فکریوں میں — ملیں راحتیں زیرِ پائے شکوری ہے

صاحبزادہ عبدالرؤف شاہ نیّر شکوری قادری سجادہ نشین دربار عالیہ شکوریہ قادریہ

نگاہوں کا مرکز، لقائے شکوری ہے — دلوں کی تمنا، ضیائے شکوری ہے
ہوئی جذبِ دل، جزوِ ایمان و حسرت — بڑی دلنشیں ہے ادائے شکوری ہے
مری دسترس کا مقدر تو دیکھو! — مرے ہاتھ میں ہے ردائے شکوری ہے
انہیں کے اشارے ہیں ان کے اشارے — رضا کی رضا ہے رضائے شکوری ہے
ضیا در ضیا دیکھتی ہیں نگاہیں — فدا در ادا ہے، ادائے شکوری ہے

کہاں سے کہاں اہلِ دل سن رہے ہیں — بہت دور رس ہے نوائے شکوری
کمی کیا مجھے اب جہانِ طلب میں — کہ ہے لطف فرما عطائے شکوری
وہ چمکیں، وہ جھلکیں، وہ چمکیں فضائیں — وہ دیکھو، وہ دیکھو، ضیائے شکوری

یہ ایماں ہے میرا کہ محشر میں تلّیؔر
مرے سر پہ ہوگی ردائے شکوری

ہندوستان کا سفر

سلسلہ عالیہ کے معتقد حضرات مقیم ہند کے متواتر خطوط اور شدید اصرار کی بنا پر صاحب سجادہ موصوف ہندوستان کے لئے بتاریخ ۲۷ دسمبر ۵۵ء سوا تین بجے دن کو لاہور سے روانہ ہوئے۔ اور ۲۸ دسمبر ۵۶ء کو سکندر آباد ضلع بلند شہر پہنچ کر حکیم محمود علی خاں صاحب کے دولت کدے پر قیام فرمایا۔

انہماک

حکیم صاحب موصوف کو تار دیا گیا تھا کہ بتاریخ ۲۸ دسمبر دوپہر تک سکندر آباد پہنچ رہا ہوں۔ مگر غازی آباد ریلوے اسٹیشن پر گاڑی صبح ۵ بجے پہنچی اور تھوڑی دیر کے بعد فوراً ہی دہلی سے آنے والی ایک بس سکندر آباد جانے کے لئے مل گئی۔ صاحب زادہ صاحب ۹ بجے

صبح سکندر آباد پہنچ گئے اور بس سے اتر کر حکیم صاحب کے دولت کدہ پہنچے، حکیم صاحب اپنے مطب میں کسی مریض سے مصروف گفتگو تھے۔ صاحب زادہ صاحب نے اچانک کمرہ میں پہنچ کر "السلام علیکم" فرمایا۔ اور حکیم صاحب نے چہرہ اوپر اٹھا کر "وعلیکم السلام" بڑے تپاک سے جواباً ارشاد کیا اور پھر مریض سے بات کرنے میں یا شاید نسخہ تحریر کرنے میں مصروف ہو گئے۔ چند سیکنڈ کے بعد صاحب زادہ صاحب نے کہا: "غالباً آپ نے مجھے پہچانا نہیں"۔ حکیم صاحب نے چونک کر کہا: "جی نہیں" — اس "جی نہیں" کے جواب میں کہا گیا کہ "شاید آپ کو تار نہیں موصول ہوا" — : اتنا سنتے ہی حکیم صاحب، کاغذ قلم، مریض سب کو چھوڑ کر اٹھے اور عجیب والہانہ انداز میں بے تحاشا صاحب سجادہ موصوف سے لپٹ گئے۔ فرمایا کہ ذہن آپ ہی کی طرف مصروف تھا اور استقبال کے انتظامات کی طرف محو تھا۔

ذرا دیر میں تمام بستی میں خبر پہنچ گئی اور لوگ آکر جمع ہو گئے اور ہار پھول وغیرہ پہنائے گئے۔

۲؍جنوری ۵۶ء کو بلند شہر روانگی ہوئی اور مولوی علیم الدین خاں (بی اے ایل ایل بی) کے دولت کدہ نجیب منزل میں قیام رہا۔

۱۰؍جنوری ۵۶ء کو منقبت کی ادبی مطرحہ نشست ہوئی جو کلام ملا وہ درج ذیل ہے۔

مصرعہ طرح

"دیکھی ہستی میں آنکھیں صورتِ شاہِ شکور"

حافظ محمد رحمت اللہ رحمت (دہلی) تلمیذ حضرت ریاض خیرآبادی مرحوم

مرحمت حق سے ہوئی ہے نسبتِ شاہِ شکورؒ
کیوں نہ ہو پھر خادموں کو الفتِ شاہِ شکورؒ

دیکھ لی جب اہلِ حق نے سیرتِ شاہِ شکورؒ
ہو کے خوش منظور کر لی بیعتِ شاہِ شکورؒ

جلوۂ لیلیٰ کو ہے درکار مجنوں کی نظر
ہم سے پوچھے کوئی کیا ہے صورتِ شاہِ شکورؒ

کامیابی خدمتِ مخدوم سے خادم کی ہے
باعثِ عزت نہ ہو کیوں خدمتِ شاہِ شکورؒ

کیوں نہ روئیں کیوں نہ تڑپیں کیوں نہ ہوں سب بے قرار
شاق گزری خادموں پہ رحلتِ شاہِ شکورؒ

وہ شرابِ معرفت سے مستِ عرفاں کر گئے
دے گئے بھر بھر کے ساغر حضرتِ شاہِ شکورؒ

ہیں تصور میں ہمارے سامنے وہ ہر گھڑی
دیکھتی رہتی ہیں آنکھیں صورتِ شاہِ شکورؒ

یہ دعا مقبول کر رحمت سے اپنی اے خدا
حشر میں بھی ہو میسر قربتِ شاہِ شکورؒ

مرثیہ (از بلند شہری)

کوئی دیکھے تو یہ شان و شوکتِ شاہِ شکورؒ
مطلعِ انوارِ حق ہے صورتِ شاہِ شکورؒ

رحمتِ اللہ سے یہ مشغلہ اچھا ملا
دیکھتی رہتی ہیں آنکھیں صورتِ شاہِ شکورؒ

ہے ترے دربارِ عالی میں مری یہ التجا
روز افزوں ہو الٰہی الفتِ شاہِ شکورؒ

پست ہمت ہستیوں کو کر دیا دم میں بلند
واہ وا کیا شان ہے یہ جرأتِ شاہِ شکورؒ

ہے اسی دربار سے وابستہ اپنی آرزو
اپنی ہر خواہش کا حل ہے نسبتِ شاہِ شکورؒ

اتنا ہی سمجھے محبت کا صلہ ہم نے رشید
کیفِ عرفاں بخشتی ہے نسبتِ شاہِ شکورؒ

زیبا ناروی

بوالعلائی کیف ہے کیفیتِ شاہِ شکورؒ
مظہرِ شانِ رضا ہے صورتِ شاہِ شکورؒ

چاندنی ہی چاندنی دل میں نظر آنے لگی
ماہِ تاباں ہے کہ داغِ فرقتِ شاہِ شکورؒ

تھا مزاجِ طبعِ عالی فہمِ انسانی سے دور
کون ہے ایسا جو سمجھا فطرتِ شاہِ شکورؒ

حسبِ توفیق آرہے ہیں نذر لے کر اہلِ ذوق
دل بکف ہیں ہم بھی ہوں مشتاقِ خدمت شاہِ شکورؒ

خادمِ دربارِ عالی کہتی ہے دنیا مجھے
اس سے بڑھ کر اور کیا ہو قربتِ شاہِ شکورؒ

یا شکورؒ کی صدائیں گونج اٹھیں جابجا
فرش سے تا عرش پہنچی شہرتِ شاہِ شکورؒ

جابجا فیض و کرم کی ہو رہی ہیں بارشیں
ہر طرف بکھری ہوئی ہے دولتِ شاہِ شکورؒ

اہلِ نسبت ہوں کہیں موجود ہیں حضرت وہیں
انجمن در انجمن ہے شرکتِ شاہِ شکورؒ

بوالعلائی، قادری، چشتی، جہانگیری ہوں میں
مجھ کو زیبا ہاتھ آئی بیعتِ شاہِ شکورؒ

منشی عبد المجید غازی سکندرآبادی شکوریؒ

کون سمجھے کون جانے رفعتِ شاہِ شکورؒ
ہیں ملک رطب اللساں در مدحتِ شاہِ شکورؒ

کیا کروں گا دیکھ کر رنگینیٔ کون و مکاں
دیکھتی رہتی ہیں آنکھیں صورتِ شاہِ شکورؒ

ہے کرم اللہ کا اور اولیاء اللہؒ کا
میری قسمت میں لکھی تھی نسبتِ شاہِ شکورؒ

عالمِ ذوق و فنا میں وہ شہیدِ عشق ہوں
میری آنکھوں میں ہے غازی حسرتِ شاہِ شکورؒ

صاحبزادہ عبدالرؤف نیّر، سجادہ نشین دربارِ عالیہ شکوریہ قادریہ لاہور

دل بنا آماجگاہِ الفتِ شاہِ شکورؒ
دل کے آئینے کی زینت، صورتِ شاہِ شکورؒ

چاند تارے ہیں فدائے صورتِ شاہِ شکورؒ
آسماں والوں سے پوچھو رفعتِ شاہِ شکورؒ

والہانہ عشق کے انداز پیدا ہو گئے
لے اُڑی ہے میرے دل کو حسرتِ شاہِ شکورؒ

اللہ اللہ یہ گُلِ گلزارِ عرفانِ رضاؒ
ہر طرف پھیلی ہوئی ہے نکہتِ شاہِ شکورؒ

اس کے حصّے میں نظر آئی متاعِ دو جہاں
ہو گئی جس کو میسّر خدمتِ شاہِ شکورؒ

ہادیِ ذوقِ طریقت، رہبرِ راہِ سلوک
میرے آقا، میرے مولا حضرتِ شاہِ شکورؒ

حاصلِ کون و مکاں ہے مجھ کو یہ جنسِ گراں
لے کے آیا ہوں ازل سے نسبتِ شاہِ شکورؒ

اس طرف ہی رحمتوں کی بارشیں ہونے لگیں
جس طرف اٹھی نگاہِ رحمتِ شاہِ شکورؒ

پوچھنے بیٹھی ہے دنیا مجھ سے میرا حال کیا!
رات دن تڑپا رہی ہے فرقتِ شاہِ شکورؒ

قبلۂ دل، کعبۂ جاں ہے یہی نیّرؔ مجھے
کرتا رہتا ہوں طوافِ تربتِ شاہِ شکورؒ

۱۳ جنوری ۱۹۵۶ء کو بلند شہر سے ہردے پور (ضلع میرٹھ) کے لئے روانگی ہوئی اور منشی بشیر احمد خاں صاحب شکوری قادری نمبردار کے دولت کدہ پر قیام ہوا۔

۱۴ جنوری ۱۹۵۶ء کو شب میں شاندار طور پر محفل ہوئی۔ کافی مجمع رہا۔

۱۵ جنوری ۵۶ء کو صبح کے وقت دوسری محفل سماع منعقد ہوئی۔ اس کے بعد غازی آباد، کوراڑہ، ابلیا، بلند شہر، سکندر آباد، اکبر پور سے آئے ہوئے مہمان رخصت ہوئے۔ ۳ بجے دن کو صوفی نوشاد علیؒ صاحب اطلاع ملنے پر لکھنؤ سے ہردے پور پہنچے۔

۱۶ جنوری ۵۶ء کو صوفی نوشاد علیؒ صاحب کی ہمراہی میں صاحبزادہ صاحب لکھنؤ کے لئے روانہ ہوئے۔

لکھنؤ پہنچ کر سجادہ نشین صاحب موصوف نے حضرت قبلہ سیدنا محمد نبی رضا شاہ صاحب قدس سرہ السامی کے مزار مبارک پر حاضری دی اور چادر شریف پیش کی۔

صوفی نوشاد علیؒ کے مکان پر محفل ہوئی، اور مختلف مقامات پر ادبی نشستیں بھی اعزازی طور پر منعقد ہوئیں۔ جن میں سرشار کسمنڈوی، بیکل لکھنوی، جمیل لکھنوی نیز اور بھی دیگر شعرائے کرام شریک ہوتے رہے۔ ڈاکٹر عبدالمجید صدیقی، صوفی نوشاد علیؒ صاحب، محمد صدیق صاحب، جمیل احمد صاحب، حکیم غنی احمد صاحب، حضرات کے ہاں قیام رہا۔

۲۰ جنوری ۵۶ء کو لکھنؤ سے کان پور روانگی ہوئی اور حکیم فیاض محمد صاحب شکوری قادری کے مکان پر قیام فرمایا اور محترمی حضرت الشاہ حکیم سکندر شاہ صاحب مدظلہ العالی سے نیاز حاصل کیا۔

۱۱ فروری ۵۶ء کو رائے بریلی کے لئے روانگی ہوئی اور درگاہِ ستاریہ [illegible]

قیام رہا۔ قاضی سیّد محمود شاہ صاحب تاری شکوری قادری نے میزبانی فرمائی۔

۲۰ر فروری ۵۶ء کو بمبئی سے معہ قاضی سیّد محمود شاہ موصوف احمد آباد کے لئے روانگی ہوئی۔ ریلوے اسٹیشن میں بے شمار حضرات برائے استقبال موجود تھے۔ مکھی ہاؤس، شاہ عالم گیٹ میں سلیمان صادق (عرف دواب جی) شکوری قادری کے مکان پر قیام ہوا۔ محفل ذوق و شوق کا سلسلہ جاری رہا۔

اچانک دربار شریف لاہور سے ۲۴ر فروری ۵۶ء کو تار موصول ہوا کہ والدہ ماجدہ پر اچانک فالج کا حملہ ہو گیا ہے۔ اس تار کے ملتے ہی آپ نے بقیہ مقامات کا سفر ملتوی کیا اور لاہور کی واپسی اختیار فرمائی

۲۶ر فروری ۵۶ء کو آپ واپس دربار شریف پہنچ گئے۔ اور والدہ ماجدہ محترمہ کے معالجہ کی جانب توجہ مبذول فرمائی۔ مکرمی حکیم نیر واسطی صاحب کا علاج کامیاب رہا۔ علاج تاہنوز جاری ہے، مگر بفضلہ طبیعت مبارکہ توقع سے کہیں زیادہ رو باصلاح ہے۔

ماہ جون ۵۶ء میں حیدرآباد سندھ اور کراچی کا سفر کیا، اور تین یوم حیدرآباد میں شیخ فرید میاں شکوری قادری کے مکان پر قیام رہا دوسرے دن محفل منعقد ہوئی اور تمام حیدرآباد میں مقیم اہل سلسلہ حضرات نے شرکت کی محبوب میاں نے سلسلۂ عالیہ اور صاحب زادہ صاحب موصوف کے متعلق تقریر فرمائی اور سجادہ نشین کے متعلق مبارکباد کہی۔ تمامی حاضرین اہل سلسلہ نے سجادہ نشین کی اعزازی نذریں پیش کیں۔ دوسرے دن کراچی کے لیئے روانگی ہوئی۔

ریلوے اسٹیشن پر اہلِ سلسلہ حضرات استقبال کے لئے موجود تھے۔
منگا پیر روڈ پر عبد اللہ میاں شکوری قادری کے مکان پر قیام رہا۔
دو دن کے بعد غیاث الدین شیخ ۱ جہانگیری شکوری قادری
کے بے حد اصرار نے مجبور کیا، آپ لالوکھیت تشریف لے گئے اور وہاں
قیام فرمایا۔

۲۲ جون ۵۶ء کو شیخ ۲ صاحب کے مکان پر محفل ہوئی، اور
منقبت کی نشست حسب ذیل طرح پر منعقد ہوئی :-

"میری نظر میں رہتی ہے صورت شکور کی"

۲۴ جون ۵۶ء کو میر رومی صاحب سجادہ نشین درگاہِ عالیہ
شکوریہ قادریہ، کراچی نے محفل منعقد کی اور اعزازی دعوت دی
جس میں مولانا ضیاء القادری صاحب بدایونی، مولانا عبد الحامد صاحب
بدایونی، بہزاد لکھنوی، مولانا ناصر جلالی، نازش حیدری
اور بیشتر معتقد حضرات کراچی شریک تھے۔

منشی محمد صدیق صاحب شکوری قادری کے مکان پر دو یوم
سلسلہ قیام رہا اور سرگرم محفل منعقد ہوئی

عبد اللہ میاں صاحب شکوری قادری نے ۲۳ فروری ۵۶ء عام
محفل منعقد کی جو تمام شب جاری رہی۔ اور سجادہ نشین کے اعزاز
میں سجادہ نشین مدظلہ موصوف کو اہلِ سلسلہ نے نذریں
پیش کیں۔

۲۶ جون ۵۶ء کو روانگی ہوئی اور حیدرآباد سندھ میں قیام کیا۔

۲۷ جون ۵۶ء کو تیزگام سے لاہور کے لئے واپسی ہوئی۔ ریلوے اسٹیشن حیدر آباد پر شیخ فرید میاں، محبوب رضا صاحب، نور محمد مستان صاحب و دیگر اہلِ سلسلہ حضرات کے علاوہ میر رومی صاحب بھی کراچی سے حیدر آباد پہنچے ان جملہ حضرات نے رخصت فرمایا۔

سالانہ فاتحہ حضرت قبلہ "تاج الاولیاء" قدس سرہ السامی

بدر بارِ عالیہ شکوریہ قادریہ گارڈن ٹاؤن، لاہور

بارش کا موسم ہونے کے باعث یہ طے کیا گیا کہ حضرت قبلہؒ کے عرس مبارک کی تاریخیں ماہ اکتوبر ۵۶ء میں مقرر کی جائیں تاکہ زائرین کو شرکت کرنے میں ہر طرح کی آسانیاں رہیں۔ البتہ بروقت مقامی طور پر ۱۰-۱۱ ذی الحجہ ۱۳۷۵ھ کو محافل و فاتحہ شریف کے لئے نظام العمل ترتیب دیا گیا۔

۲۰ جولائی ۵۶ء کو منقبتی محفلِ مشاعرہ منعقد ہوئی جس کیلئے حسبِ ذیل مصرعہ تجویز تھا:

"عالمِ انوار ہے دربارِ تاج الاولیاء"

یہ کلام پڑھا گیا وہ شریکِ اشاعت ہے۔ نہایت سرگرم محفل انعقاد پذیر رہی۔

سید ولایت حسین آفتاب، اکبرآبادی

مسندِ بزمِ فیض، سرکارِ تاج الاولیاءؒ
زندۂ جاوید ہیں اذکارِ تاج الاولیاءؒ

مظہرِ انوار ہے، دربارِ تاج الاولیاءؒ
کس میں جرأت ہے کرے انکارِ تاج الاولیاءؒ

مردِ حق آگاہ کہلاتا ہے وہ روشن ضمیر
بن گیا جو واقفِ اسرارِ تاج الاولیاءؒ

تاج اس پیرِ طریقت کا ہے عرشِ اولیں
ہو گئی روشن آج سے کردارِ تاج الاولیاءؒ

منتسب جتنے بھی ہیں، اس تاج سے خوشحال ہیں
ان کو کیا غم ہے یہ ہیں زوّارِ تاج الاولیاءؒ

متقی، زاہد، خدا آگاہ، مردِ باخبر
تھی مسلسل نفس سے پیکارِ تاج الاولیاءؒ

منکشف تجھ پر بھی ہو جاتی حقیقت آفتاب
تو جو سن لیتا کبھی گفتارِ تاج الاولیاءؒ

محمد اکرم شاہ اکرام، شکوری قادری (رنیائی)

عینِ راحت، عالمِ انوارِ تاج الاولیاءؒ
باغِ جنت، جلوۂ گلزارِ تاج الاولیاءؒ

پتے پتے پر تصدق ہے بہارِ باغِ خلد
دیکھ زاہد جلوۂ گلزارِ تاج الاولیاءؒ

کیا جچے میری نگاہوں میں شکوہِ قیصری
بلکہ میں ہوں بندۂ دربارِ تاج الاولیاء

کوندتی ہے ایک بجلی سی نگاہوں میں مری
ہے تصور میں مرے رخسارِ تاج الاولیاءؒ

کیوں نہ ہو سرسبز اے اکرام کشتِ چشم و دل
ہو رہی ہے بارشِ انوارِ تاج الاولیاءؒ

انورؔ فیروز پوری

ظلِ رحمت سایۂ دیوارِ تاج الاولیاؒ
منبعِ عرفانِ حق، دربارِ تاج الاولیاؒ

حاصلِ ذوقِ نظر دیدارِ تاج الاولیاؒ
راحتِ قلب و جگر اذکارِ تاج الاولیاؒ

سر جھکاتے ہیں سلاطینِ جہاں بہرِ نیاز
اللہ اللہ عظمتِ دربارِ تاج الاولیاؒ

بک رہے ہیں خود خریدارانِ جنسِ معرفت
جوش پر ہے گرمیٔ بازارِ تاج الاولیاؒ

بے پیے مخمور رہتے ہیں محبانِ شکورؒ
مرحبا کیفیتِ اذکارِ تاج الاولیاؒ

جس نے اک جملہ سُنا وہ مرمٹا سرکار پہ
تھی عجب تاثیر زا گفتارِ تاج الاولیاؒ

دم بدم پینے کو ملتی ہے شرابِ سرمدی
کیوں نہ ہو سرشار ہر میخوارِ تاج الاولیا

کچھ طبیبوں سے مداوا ہو سکے ممکن نہیں
ہے دلِ دردآشنا بیمارِ تاج الاولیاؒ

ہیں فقیری میں میسر بادشاہی کے مزے
ہو چکا ہوں بندۂ سرکارِ تاج الاولیاؒ

چشمِ خود بیں کو خدا بینی کے آداب آگئے
کھو گئی جس وقت در انوارِ تاج الاولیاؒ

ہو رہی ہے خوب انورؔ اہلِ عرفاں کی گزر
مل رہا ہے صدقۂ دستارِ تاج الاولیاؒ

بدر اعلیٰ بدری (بدایونی)

ہم بھی آئے ہیں سرِ دربارِ تاج الاولیاؒ
تاکہ دیکھیں اک نظر انوارِ تاج الاولیاؒ

ہیں حقیقت میں وہ خدمتگارِ تاج الاولیاؒ
جن پہ روشن ہو گئے انوارِ تاج الاولیاؒ

ہر کسی کو ہے سکونِ قلب کی دولت نصیب
فیض بخشی عام ہے دیدارِ تاج الاولیاؒ

منزلِ عرفاں کے درجے خود بخود ہو جائیں طے
پہلے دل سے کر تو لے اقرارِ تاج الاولیاؒ

غور سے کوئی پڑھے تو سیرتِ شاہِ شکور
قابلِ تقلید ہیں کردارِ تاج الاولیاؒ

ہے ستارہ دل پہ دل کا ذرہ ذرہ خندہ زن !
بدریؔ ہیں روشن جہاں انوارِ تاج الاولیاؒ

عبدالباری بزمی، لکھنوی، قادری ہشکوری ازیبائی)

ہر طرف ہیں شعلہ انوارِ تاج الاولیاء / اللہ اللہ گرمیٔ بازارِ تاج الاولیاء

انجمن میں ہر طرف پھولوں کی بارش ہو گئی / ہل گئے جس دم لبِ گفتارِ تاج الاولیاء

خوش عقیدت، با طریقت، پاک بیں، اہلِ نظر / چومتے ہیں جبہ و دستارِ تاج الاولیاء

ہو گئی اس کو میسر عالمِ حیرت کی سیر / جس نے دیکھا عالمِ انوارِ تاج الاولیاء

مل گیا اچھا ٹھکانا مجھ کو رہنے کے لئے

میں ہوں بزمیؔ اور ہے دربارِ تاج الاولیاء

منشی علی حسین بسمل بریلوی

قدر کے قابل ہیں یوں قصیدِ تاج الاولیاء / ان کی فطرت میں ہیں سب ایثارِ تاج الاولیاء

ڈوب ہی جاتا سفینہ بحرِ عصیاں میں مرا / ناخدا ہوتے نہ گر افکارِ تاج الاولیاء

ہو گیا روشن مقدر کا ستارا اس لئے / خواب میں حاصل ہوا دیدارِ تاج الاولیاء

جیسے اختر چاند کے چاروں طرف ہوں جلوہ گر / یوں مزین آج ہے دربارِ تاج الاولیاء

اب مئے وحدت کا جاری دور ہے چاروں طرف / اور سب سرشار ہیں میخوارِ تاج الاولیاء

بس انہیں کا ہو گیا وہ عمر بھر کے واسطے

جس نے اے بسملؔ سنی گفتارِ تاج الاولیاء

خوشتر امروہوی، سب ایڈیٹر ہفت روزہ آشیانہ لاہور

دلکشی فردوس ہے گلزارِ تاج الاولیاءؒ
اس کو کہیئے گلشنِ بے خارِ تاج الاولیاءؒ

کوئی کیا سمجھے بھلا اسرارِ تاج الاولیاءؒ
اہلِ دل سے پوچھیے کردارِ تاج الاولیاءؒ

جس کسی نے کر لیا دیدارِ تاج الاولیاءؒ
چھٹ سکا اس سے نہ پھر دیدارِ تاج الاولیاءؒ

اس نے آخر طورِ سینا کی تجلی دیکھ لی
جس پہ بھی سایہ فگن انوارِ تاج الاولیاءؒ

مل گئیں اسکو یہیں دونوں جہاں کی نعمتیں
جس کو حاصل ہو گیا دیدارِ تاج الاولیاءؒ

چل کے خوشتر آج تو تم کے چھلکتے جام پی
تو بھی بن جا آج سے میخوارِ تاج الاولیاءؒ

ابراہیم راحت دہرہ دونی

کیا بڑی ہی سرکار ہے سرکارِ تاج الاولیاءؒ
کیا بڑا دربار ہے دربارِ تاج الاولیاءؒ

بام و در کی رونقیں آ کر ذرا دیکھے کوئی
عالمِ انوار ہے دربارِ تاج الاولیاءؒ

جس نے کی تقلید وہ ہو کر رہا مقبولِ حق
حق نما ہے حق نما کردارِ تاج الاولیاءؒ

بندۂ بے زر بنا وہ آپ کے دربار میں
جس نے بھی آ کر سنی گفتارِ تاج الاولیاءؒ

رند، واعظ، مست، سالک، پارسا، مجذوب، شیخ
پی رہے ہیں سب مئے دیدارِ تاج الاولیاءؒ

حق تو یہ ہے ہیں امین العارفیں عبد الرؤف
آپ کے سر پر بندھی دستارِ تاج الاولیاءؒ

سر چھپانے کی جگہ مجھ کو میسر آ گئی
مل گیا ہے سایۂ دیوارِ تاج الاولیاءؒ

ذرہ ذرہ کی نگاہیں باادب ہیں دیکھ کر
رتبہ وہ رکھتے ہیں خدمت گارِ تاج الاولیاءؒ

شاد ہے مسرور ہے راحت بصد ذوقِ نیاز
منقبت پڑھ کر سرِ دربارِ تاج الاولیاءؒ

زیبا باروی مہتمم مشاعرہ

بس اسی دُھن میں ہیں خدمت گارِ تاج الاولیاؒ — جلوہ شاہ رضاؒ ۔ دیدارِ تاج الاولیاؒ
طور کی تجلی، ادائے سیّدی عبدالشکور — حُسنِ یوسفؑ عالمِ انوارِ تاج الاولیاؒ
ہم نے دیکھی ہے ادائے جنبشِ لبِ مدتوں — ہم سے پوچھو لذتِ گفتارِ تاج الاولیاؒ
گرمیٔ محفل کا باعث بن گئے پہنچے جہاں — چار چھ دس بیس تابدارِ تاج الاولیاء

پوچھتے کیا ہیں پتہ زیبا مرے احباب سب
میں ہوں اک ادنیٰ سا تابدارِ تاج الاولیاؒ

سرشار کسمنڈوی (لکھنؤ)

سُن رہا ہوں جا بجا اذکارِ تاج الاولیاء — اللہ اللہ گرمیٔ بازارِ تاج الاولیاؒ
خود ہی کرتا ہے دُعا طولِ مرض کے واسطے — کس قدر خوش ذوق ہے بیمارِ تاج الاولیاؒ
ہو رہی ہے آسماں سے بارشِ نور و سرور — دیدنی ہے رونقِ بازارِ تاج الاولیاء
آج تو پردہ حریمِ ناز کا جنبش میں ہے — مژدہ باد اے طالبِ دیدارِ تاج الاولیاؒ
ہوتا رہتا ہے یہاں انوارِ قدسی کا نزول — دلکش و پُر نور ہے گلزارِ تاج الاولیاؒ
اک نہ اک دن درد ہی اس کا دوا بن جائے گا — مطمئن ہے عاشقِ آزارِ تاج الاولیاؒ
ہائے وہ مخصوص راتیں ہائے وہ خوابِ جمیل — بارہا جن میں ہوا دیدارِ تاج الاولیاؒ
راس آجائے خدایا یہ شرف دل کو مرے — بن رہا ہے مرکزِ انوارِ تاج الاولیاؒ

آج تو سرشار بھی عرضِ عقیدت کے لئے
ہو رہا ہے حاضرِ دربارِ تاج الاولیاء

سید شہاب الدین سہیل گیاوی شکوری قادری، زیبائی (واہ کینٹ)

کیوں مؤدب ہوں نہ خدمت گارِ تاج الاولیاء — عالمِ انوار ہے دربارِ تاج الاولیاء
دیکھ کر خوش ہو رہے ہیں اہلِ دل، اہلِ نظر — لُٹ رہی ہے دولتِ دیدارِ تاج الاولیاء
دین و دنیا میں سہارا ہو گیا حاصل ہمیں — چھوڑ کر جائیں کہاں دربارِ تاج الاولیاء
گرمیٔ خورشیدِ غم کا خوف اب مجھ کو نہیں — میں ہوں زیرِ سایۂ دیوارِ تاج الاولیاء

دیکھ کر زندہ ہوں میں حُسنِ شکوری اے سہیل!
زندگی ہے جلوۂ دیدارِ "تاج الاولیاء"

محمد شریف شریف (زیبائی)

صبح، حُسنِ جلوۂ رخسارِ تاج الاولیاء — شام، عکسِ کاکلِ خمدارِ تاج الاولیاء
دل مرا آزاد ہے فکرِ غمِ کونین سے — میں ہوں جب سے بندۂ سرکارِ تاج الاولیاء
رات دن چکر میں ہیں چرخِ بریں پہ مہر و ماہ — اللہ اللہ جلوۂ رخسارِ تاج الاولیاء
برق گرتی ہے نگاہِ شوق پہ انوار کی — ہے جہانِ طور یا دربارِ تاج الاولیاء

کیا ہلالِ عید ہم لائیں نگاہوں میں شریف
سامنے ہے ابروئے خمدارِ تاج الاولیاء

سید صفدر علی صفدر شکوری قادری (زیبائی)

چرخ ہے خاکِ درِ سرکارِ تاج الاولیاء — جنت الفردوس ہے گلزارِ تاج الاولیاء
ماند پڑ جاتی ہیں نظریں انتہائے نور سے — سامنے آتے ہیں جب رخسارِ تاج الاولیاء
وقف ہے میری جبیں اس در کے سجدوں کے لیے — کعبۂ مقصود ہے دربارِ تاج الاولیاء

ہے یہی ارماں کہ ان کو دیکھ لے وقتِ اخیر
مر رہا ہے صفدرِ بیمارِ تاج الاولیاء

صوفی شرف الدین احمد صدیقی، صوفی وارثی میرٹھی صدرِ مشاعرہ

طورِ سینہ ہے تجلّی زارِ تاجُ الاولیاءؒ　　کیوں نہ ہو پھر ہر گھڑی دیدارِ تاجُ الاولیاءؒ

چھا رہے ہیں ہر طرف انوارِ تاجُ الاولیاءؒ　　اے زہے یہ رفعت و معیارِ تاجُ الاولیاءؒ

مشتری کو بھی تحیّر ہے یہ جھلک دیکھ کر　　اللہ اللہ گرمیٔ بازارِ تاجُ الاولیاءؒ

قسمت اُن آنکھوں کی ہے انکا نصیب　　جن سے ٹپکے حسرتِ دیدارِ تاجُ الاولیاءؒ

نیّرِ تاباں ہیں دربارِ شکوری کے سفیر　　اب یہی ہیں قافلہ سالارِ تاجُ الاولیاءؒ

چشمِ بد بیں میں کھٹکتا ہے جو کانٹے کی طرح　　ہے وہی تو گلشنِ بے خارِ تاجُ الاولیاءؒ

عمر بھر کی تندرستی میں ابھی کر دوں نثار　　لوگ اگر کہنے لگیں بیمارِ تاجُ الاولیاءؒ

سربسر منہ دیکھنے کوئی نظر آتا نہیں　　کیونکہ ہے دُربار بھی دربارِ تاجُ الاولیاءؒ

اس کو دنیا میں بڑی رفعت بڑی عظمت ملی　　بن گیا جو بھی علمبردارِ تاجُ الاولیاءؒ

آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھے گا وہ جنّت کی بہار　　جس نے پایا سایۂ دیوارِ تاجُ الاولیاءؒ

جو شکوری قادری ہیں لوٹ جاتے ہیں سبھی
سُنتے ہیں صُوفی سے جب اشعارِ تاجُ الاولیاءؒ

مرزا راحت علی بیگ ظفرؔ بریلوی ثم لاہور

محو تھے سب دیکھ کر اسرارِ تاج الاولیاؒ
راہِ حق میں تھی عجب رفتارِ تاج الاولیاءؒ

نشۂ عرفانِ حق میں ہو گئے گم اہلِ ہوش
دیکھتے ہی دیدۂ سرشارِ تاج الاولیاءؒ

بزم میں بیٹھے ہیں سجادہ نشیں عبدالرؤف
آیئے دیکھیں دُرِ شہوارِ تاج الاولیاؒ

تاجِ حق گویٔ نظر آتا ہے ان کے زیبِ سر
ہم نے دیکھے جتنے خدمت گارِ تاج الاولیاؒ

گرمیٔ خورشیدِ غم سے جو نہ پاتے ہوں پناہ
ڈھونڈ لیں وہ سایۂ دیوارِ تاج الاولیاءؒ

ایک دن پی تھی نگاہوں سے شرابِ معرفت
آج تک سرشار ہیں میخوارِ تاج الاولیاؒ

منتجی وقتِ تصور ہے مذاقِ گوششِ دل
کاش کچھ لہدیں لبِ گفتارِ تاج الاولیاؒ

لکھنؤ میں ہے وطن، شاہِ رضا کے جانشیں
اور ہے لاہور میں دربارِ تاج الاولیاءؒ

حق تو یہ ہے خاکِ دل اکسیر ہو جائے ظفرؔ
ہو جو لطفِ دیدۂ بیدارِ تاج الاولیاؒ

مہر حاجی محمدؐ حاجیؔ (اکوسٹہ اودھ)

کیف و مستی میں ہے خدمتگارِ تاج الاولیاؒ
اللہ اللہ عالمِ میخوارِ تاج الاولیاءؒ

ہر کلی ہر پھول سے ہے فیضِ عالم کو نصیب
ہے پھلا پھولا عجب گلزارِ تاج الاولیاءؒ

رمز ہیں پوشیدہ لاکھوں قدرتِ اللہ کے
کوئی کیا جانے بھلا اسرارِ تاج الاولیاءؒ

طورِ سینا کی تجلی دیکھتے ہیں اہلِ دید
عالمِ انوار ہے دربارِ تاج الاولیاؒ

اب مجھے حاجیؔ غرض افکارِ عالم سے نہیں
وجہ تسکیں بن گئے اذکارِ تاج الاولیاءؒ

فیاضؔ ، قاتلی ، شکوری ، (زیبائی) جے پوری ۔

دیکھتا ہوں عالمِ انوارِ تاج الاولیاءؒ
ہو گیا میں خادمِ دربارِ تاج الاولیاءؒ

اہلِ دل پہچانتے ہیں آپ کے عرفان کو
اہلِ دل سے پوچھئے اسرارِ تاج الاولیاءؒ

جس طرف دیکھو عیاں ہے اک بہارِ معرفت
رنگ وہ لائے گُلِ گلزارِ تاج الاولیاءؒ

شاہِ قاتلؒ کا یہ احساں مجھ پہ اے فیاضؔ ہے
پا گیا میں جلوۂ دیدارِ تاج الاولیاءؒ

قمرؔ صدیقی ، لکھنوی ، (لاہور)

عالمِ انوار ہے دربارِ تاج الاولیاءؒ
کاشفِ اسرار ہیں انوارِ تاج الاولیاءؒ

کیا ڈراتے ہیں مجھے راہِ جنوں کے پیچ و خم
ہوں اسیرِ گیسوئے خمدارِ تاج الاولیاءؒ

ہو نہیں سکتا طبیبوں سے مرے دل کا علاج
ایک مدت سے ہوں میں بیمارِ تاج الاولیاءؒ

وہ سمجھ سکتے ہیں جن میں ہے شعورِ ذوق و شوق
ہر کوئی سمجھے گا کب پندارِ تاج الاولیاءؒ

اے قمرؔ میری نگاہِ شوق سے دیکھے کوئی
مطلعِ انوار ہے دربارِ تاج الاولیاءؒ

کیفؔ سلطان کوٹی

اللہ اللہ بادۂ دیدارِ تاج الاولیاءؒ
مست ہے عالم ہر دربارِ تاج الاولیاءؒ

یہ مرا کعبہ ، مری جنت ، مجھے دونوں جہاں !
عالمِ انوار ہے دربارِ تاج الاولیاءؒ

ایک کی مستی دگر ہے ، ایک کی مستی دگر
دید کے قابل ہے ہر میخوارِ تاج الاولیاءؒ

ماسوا کی فکر سے رہتا ہوں میں آزاد کیفؔ
دل ہے محوِ گیسوئے خمدارِ تاج الاولیاءؒ

حکیم مقرب دہلوی (لاہور)

گوشِ دل سن سکتے ہیں گفتارِ تاج الاولیاءؒ
چشم بینا ہو تو ہو دیدارِ تاج الاولیاءؒ

نقدِ جاں لے کر خریدارانِ یوسف آ گئے
مصر کا بازار ہے بازارِ تاج الاولیاءؒ

یوں تو دنیا جانتی ہے ان کی درویشی کا حال
ہیں بہت کم محرمِ اسرارِ تاج الاولیاءؒ

ہے یہاں آزارِ الفت میں اضافے کی طلب
طالبِ صحت نہیں بیمارِ تاج الاولیاءؒ

خم کے خم پی کر بھی اس کی تشنگی بجھتی نہیں
بس نہیں کرتا کبھی میخوارِ تاج الاولیاءؒ

اس کی خوش بختی پہ نازاں موت بھی ہو جائیگی
جس کا مرقد ہو پسِ دیوارِ تاج الاولیاءؒ

ہے دعائے نیم شب یارب مقرب کی یہی
پھولتا پھلتا رہے گلزارِ تاج الاولیاءؒ

محبوب رضا محبوب نصیر آبادی

سامنے ہے مصحفِ سرکارِ تاج الاولیاءؒ
اللہ اللہ مرحبا دیدارِ تاج الاولیاءؒ

پُر ضیا، پُر طلعت، پُر اسرار قیصر لکھنوی
عالمِ انوار ہیں انوارِ تاج الاولیاءؒ

کیا کہوں کس سے کہوں سمجھے اس کو کوئی کیسا
ہو چکے ہیں مجھ سے جو اقرارِ تاج الاولیاءؒ

کفر کو اسلام سے بدلا جہاں رکھا قدم
حیدری تلوار ہے گفتارِ تاج الاولیاءؒ

یہ سمجھ کر سوچ کر محبوبؔ سر خم کر دیا
کعبۂ مقصود ہے سرکارِ تاج الاولیاءؒ

سید مشتاق علی مشتاق سہنوی (زیبائی)

کچھ نہ پوچھو عالمِ دربارِ تاج الاولیاءؒ
دور ہیں ادراک سے اسرارِ تاج الاولیاءؒ

محترم ہیں محتشم ہیں حضرتِ عبدالرؤف
آپ کو حاصل ہوئی دستارِ تاج الاولیاءؒ

خیر سے ہم کو وہ معراجِ تصور ہے نصیب
ہم نے جب چاہا کیا دیدارِ تاج الاولیاءؒ

ان کے جلوے ان کے نقرے ان کا اندازِ بیاں
یاد آتی ہے مجھے گفتارِ تاج الاولیاءؒ

دل کو تسکین و تسلی کے خزانے مل گئے
ہو گیا مشتاق جب دیدارِ تاج الاولیاءؒ

پیرزادہ صوفی نوشاد لکھنوی شکوری قادری (زیبائی)

دل مرا ہر وقت ہے سرشارِ تاج الاولیاءؒ
پی رہا ہوں بادۂ انوارِ تاج الاولیاءؒ

راحتوں میں اب مجھے تسکینِ دل حاصل نہیں
ہو چکا ہوں خوگرِ آزارِ تاج الاولیاءؒ

فیضِ تاج الاولیاءؒ کے معترف ہیں آج تک
خلق میں مشہور ہے دربارِ تاج الاولیاءؒ

حیرتِ کون و مکاں سے ہو گیا دیوانہ وہ
ہو گیا جو محرمِ اسرارِ تاج الاولیاءؒ

حادثاتِ دہر کا خطرہ مجھے مطلق نہیں
میں ہوں زیرِ سایۂ دیوارِ تاج الاولیاءؒ

چاند تارے آسماں سے دیکھ کر کہنے لگے
عالمِ انوار ہے دربارِ تاج الاولیاءؒ

لکھنؤ سے آ گیا اس در تک نوشاد بھی
کیونکہ لائی ہے طلب دیدارِ تاج الاولیاءؒ

صاحبزادہ الشاہ عبدالرؤف نیر سجادہ نشین دربار عالیہ شکوریہ قادریہ لاہور

میری قسمت جلوہ دیدار تاج الاولیاء
میرا حصہ خدمت دربار تاج الاولیاء

دونوں عالم کی تجلی دیکھتا رہتا ہوں میں
دولت دارین ہے دیدار تاج الاولیاء

اضطراب دل کی قیمت میرے دل سے پوچھئے
ہر تڑپ میں ہے نہاں آزار تاج الاولیاء

دولت عرفان حق سے اس کی جھولی بھر گئی
آگیا جو بر سر دربار تاج الاولیاء

کب جہان ذوق میں حق بیں نگاہوں سے چھپے
حق نما، حق آشنا اسرار تاج الاولیاء

محفل عالم میں ہر سو ہے زبان خلق پر
گفتگو ہے لذت گفتار تاج الاولیاء

کر گیا بیدار اس دنیا میں لاکھوں کے نصیب
ایک فیضی جذبہ بیدار تاج الاولیاء

دونوں عالم میں بصارت اس کو حاصل ہو گئی
جس کی نظریں ہو گئیں بیدار تاج الاولیاء

چرخ کی گردش مبارک چرخ پر خورشید کو
عرش سے بہتر مجھے دربار تاج الاولیاء

"بابائے طب" حکیم فرید احمد فرید عباسی دہلوی

نے دعوتِ شرکت کے جواب میں حسبِ ذیل اشعار ارسال فرماتے ہوئے عدم شرکت کی وجوہ تحریر فرمائیں۔

اللہُ نورُ السمٰوٰتِ والارض

عبدالشکور مظہرِ نورِ شکور ہیں ۔ نیّر کو دیکھو ثانی عبدالشکور ہیں

باقیؒ کے ابوالعلاؒ و مجدد امام ہیں ۔ فرزند ان کے حضرتِ عبدالشکور ہیں

باقیؒ نے کیا سبق دیا توحید کا ہمیں ۔ باقیؒ کو دیکھو باقی کے سارے ظہور ہیں

لی بصیر لطبش یہ بات طے ہوئی ۔ عبدالشکور گویا نمودِ شکور ہیں

عشقِ حبیبِ پاک میں سارے ہیں منہمک ۔ ہم سب کے سب ہی مظہرِ نورِ شکور ہیں

باقیؒ کے نور سے ہوئے مخمور بوالعلاؒ ۔ سرشار ان کے حضرتِ عبدالشکور ہیں

[illegible] تھا ہر اک عنوان کا نور ۔ خود نور گھر کے بچے بھی سب نور نور ہیں

اس نور کی صفات بیاں کیا کروں فریدؔ

انوار اور سارے ہی خدامِ نور ہیں

(پرنٹنگ پریس بیرون موری گیٹ لاہور)